وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اور اللہ تعالی اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور اللہ تعالی بڑے فضل والا ہے۔

THE GUIDANCE AND THE ASTRAY

تالیف

ڈاکٹر سید محمود قادری

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا قاری محمد یامین قاسمی صاحب حیدرآبادی مدظلہ

ہدایت اور گمراہی

The Guidance And The Astray

وَاللّٰہُ یَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ، وَاللّٰہُ ذُوالۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِo (البقرۃ:۱۰۵)

ترجمہ: اور اللہ تعالی اپنی رحمت سے خاص کرلیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور اللہ تعالی بڑے فضل والا ہے۔

تالیف

ڈاکٹر سیّد محمود قادری

۱) خلیفہ ومجاز حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

۲) خلیفہ ومجاز حضرت مولانا قاری محمد یامین قاسمی صاحب حیدرآبادی مدظلہ

باسمہٖ تعالیٰ

کتاب سے متعلق ضروری معلومات

نامِ کتاب	:	ہدایت اور گمراہی
نام مؤلف	:	ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب
سنِ اشاعت	:	۲۰۱۸ء مطابق ۱۴۴۰ھ
طباعت	:	
کمپوزنگ	:	محمد انس شیخ
		8147837988
باراوّل	:	1000
ناشر اور ملنے کا پتہ	:	خانقاہِ قادریہ، گوڈیہال کالونی،
		جامع مسجد روڈ، وجئے پور۔ کرناٹک۔
		فون نمبر: 7019429104

باسمہٖ تعالیٰ

پیشِ لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْاَمِیْنِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ میں روزانہ بعد نمازِ عصر سے افطار تک جو مجالس خانقاہِ قادریہ میں ہوئیں ان کا موضوع ''ہدایت اور ضلالت'' تھا۔ پورا مہینہ مستند تفاسیر معارف القرآن، کشف الرحمٰن، صفوۃ التفاسیر، شروحِ احادیث اور دیگر کتب کو سامنے رکھ کر ہدایت اور ضلالت کے متعلق اہم نکات پر روشنی ڈالی گئی۔ یہ اہم نکات ڈائری میں قلم بند تھے۔ قرآنِ مجید کا اہم موضوع ہی ہدایت اور ضلالت ہے۔ یہی وہ محور ہے جس کے گرد تمام مضامین گھومتے ہیں۔ ہدایت کیا ہے اور ضلالت کیا ہے؟ کن لوگوں کو ہدایت ملتی ہے اور کون ہدایت سے محروم رہتے ہیں؟ ہدایت یافتہ لوگوں کا انجام کیا ہونے والا ہے اور ہدایت سے محروم لوگوں کا کیا انجام ہوگا؟ چونکہ یہ نہایت اہم مضمون ہے اس لئے حاضرین کا تقاضہ ہوا کہ اس کو شائع کیا جائے۔

کتاب کی تصحیح اور تبصرہ کے لئے ناچیز نے عزیزم مفتی محمد مرشد قاسمی صاحب مدظلہ کو زحمت دی۔ مفتی صاحب کی تصحیح، تبصرہ اور مشوروں کے لئے یہ ناچیز نہایت ممنون و مشکور ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مفتی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

ابتدائے تعارف ہی سے حضرت مولانا مفتی سبیل احمد صاحب مدظلہ اس ناچیز پر نہایت مشفق اور مہربان رہے ہیں۔ ناچیز کے تعلق سے حضرت نے جو لکھا ہے یہ ان کا حسنِ ظن ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اس قابل بنائے اور مفتی صاحب کو اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آمین۔

چونکہ ناچیز نے جو کچھ بھی بیان کیا ہے وہ مستند تفاسیر کو سامنے رکھ کر ہی بیان کیا ہے اور کوئی چیز اپنی طرف سے بیان نہیں کی لہٰذا ہر جگہ حوالہ کا اہتمام نہیں کیا گیا تھا۔ مفتی صاحب کے مشوروں کے بعد اکثر مقامات پر حوالے دیئے گئے ہیں۔

اس ناچیز نے قرآنی آیات اور احادیثِ نبوی ﷺ کا خود ترجمہ کرنے کے بجائے مستند تراجم سے نقل کر دیا ہے۔ لفظی ترجمہ کے بجائے مطلب خیز ترجمہ کو ترجیح دی ہے۔ قرآنی آیات کا ترجمہ اکثر سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ کی تفسیر ''کشف الرحمٰن'' اور حضرت تھانویؒ کی تفسیر ''بیان القرآن'' سے اور احادیثِ نبوی کا ترجمہ شرح مشکوٰۃ ''مظاہرِ حق'' سے لیا ہے۔ قارئین کے ذہن میں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ بیانات کو تحریری شکل دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر طرح کی گمراہی سے بچا کر ہدایت سے نوازے اور ہمیں ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل کرے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

تبصرہ

از: حضرت مولانا مفتی محمد مرشد قاسمی صاحب مدظلہ

(استاذ جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم امابعد!

جناب ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب دامت برکاتہم کی اصلاحی مجالس کا مجموعہ ''ہدایت اور گمراہی'' کے نام سے مسمی میرے سامنے ہے۔ شروع سے آخر تک حرف بہ حرف میں نے پڑھا ہے۔ ڈاکٹر صاحب زید مجدہ نے حکم کیا تھا کہ پڑھنے کے بعد میں اپنے کچھ خیالات بھی تحریر کروں لیکن ڈاکٹر صاحب میدانِ تصنیف وتالیف کے ایک ماہر شہہ سوار اور مشاق صاحبِ قلم ہیں۔ مجھ جیسے مبتدی کا کچھ لکھنا یقیناً ایک طرح کی بے ادبی متصور ہوگی۔ بس اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ کتاب کی مفید باتوں سے امت کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچائے اور اگر کوئی کمزوری اور لغزش ہو تو (اور بشریت کے تقاضے سے یہ عین ممکن ہے) اللہ تعالیٰ اس سے ہر کسی کی حفاظت فرمائے۔ مزید کہ اللہ تعالیٰ حضرت مصنف کی عمر، علم وعمل اور سب میں خوب برکت عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ آپ کو حوصلہ وہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

دستخط

ادنیٰ خادم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

١٠-٢-١٤٤٠ھ، ٢٠-١٠-٢٠١٨ء

باسمہٖ تعالیٰ

تاثرات

از: حضرت مولانا مفتی سبیل احمد صاحب مدظلہ

(خلیفۂ فقیہ امت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ)

صدر جمیعۃ العلماء ہند۔ تمل ناڈو، رکن شوریٰ مدرسہ مظاہر العلوم۔ سہارنپور۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

نمونۂ اسلاف، مشفق ومکرم جناب ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب دامت برکاتہم ان نفوسِ قدسیہ میں سے ہیں جن پر ازاول تا حال اکابر کی صحبت اور نظرِ کرم کی سعادت حاصل ہے۔ اکابرِ ثلاثہ مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، محی السنہ حضرت شاہ ابرار الحق صاحبؒ اور شیخِ طریقت حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب دامت برکاتہم کی نظروں نے اس جسمانی طبیب کو روحانی طبیب بنادیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کسبی علوم کے علاوہ وھبی علوم بھی عطا کرتے ہیں جس کی زندہ مثال حضرت ڈاکٹر قادری صاحب دامت برکاتہم ہیں۔ چنانچہ تقریباً چالیس سالوں سے تاریخی شہر بیجاپور کی مختلف مساجد میں دینی مجالس اور دروس کا عظیم الشان سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ بحمداللہ یہ مجالس مرتب ہوکر خواص وعامۃ الناس کے لئے روحانی تربیت کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ انہی کی یہ مجالس ہیں جن کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے

’’قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید‘‘ دل سے نکلی ہوئی باتیں دل میں اترتی چلی جاتی ہیں۔ قارئین خود ہی اس کا فیصلہ کریں گے۔ کلام مجید کی آیت ’’کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ‘‘ کے سلسلۃ الذھب میں ڈاکٹر صاحب زید مجدہ کا یقیناً شمار ہے۔ اکابرین کے ملفوظات، مواعظ، مجالس سے لاکھوں انسانوں نے ہدایت پائی ہے۔ ان شاء اللہ العزیز حضرت ڈاکٹر صاحب کے یہ مجالس بھی ذریعۂ ہدایت اور نجات ثابت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ڈاکٹر صاحب کو صحت و عافیت کے ساتھ درازیٔ عمر عطا فرمائے۔ آپ کے فیوض سے امت کو مستفیض رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

والسلام

سبیل احمد غفرلہ

(یکے از خدامِ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ)

فہرست مضامین

باسمہٖ تعالیٰ

(۱) مبحث اوّل (ہدایت کی دعا)

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ٥ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ٥ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ٥ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ٥ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ٥ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ٥ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ٥ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ٥ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ٥ (الفاتحہ۔۷-۱)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام عالموں کا رب ہے۔ جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ جو روزِ جزاء کا مالک ہے۔ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔ ہم کو سیدھی راہ چلا۔ راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے اپنا انعام کیا، جن پر تیرا غضب نہیں ہوا اور جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔

سورۂ فاتحہ جس سے قرآنِ مجید شروع ہوتا ہے پورے قرآن کا خلاصہ اور مغز ہے۔ سورۂ حجر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنٰكَ سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِىۡ وَالۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِيۡمَ٥ (الحجر۔۸۷)

ترجمہ: بلاشبہ ہم نے آپ کو سات مکرر پڑھی جانے والی آیتیں اور قرآنِ عظیم عطا

فرمایا ہے۔

۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِاُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ کَیْفَ تَقْرَاُ فِی الصَّلٰوةِ فَقَرَاَ اُمَّ الْقُرْاٰنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا اُنْزِلَتْ فِی التَّوْرٰةِ وَلَا فِی الْاِنْجِیْلِ وَلَا فِی الزَّبُوْرِ وَلَا فِی الْقُرْاٰنِ مِثْلُهَا وَاِنَّهَا سَبْعٌ مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ اُعْطِیْتُه‘ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ابی بن کعبؓ سے فرمایا کہ تم نماز میں کیا پڑھتے ہو؟ انہوں نے اُم القرآن (سورۂ فاتحہ) پڑھی۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کے مثل سورۃ نہ تورات میں نازل کی گئی ہے، نہ انجیل میں، نہ زبور میں اور نہ قرآن میں۔ یہی سات دوہرائی جانے والی آیات ہیں اور یہی قرآنِ عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔

۲) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ بْنِ مُعَلّٰی قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاُعَلِّمَنَّكَ سُوْرَةً هِیَ اَعْظَمُ السُّوَرِ فِی الْقُرْاٰنِ: اَلْحَمْدُلِلّٰهِ ۔۔۔۔۔، هِیَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ اُوْتِیْتُه‘ (بخاری)

ترجمہ: حضرت سعید بن معلیٰؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ میں تجھے قرآن کی سب سے عظیم سورۃ سکھاؤں گا۔ پھر آپ ﷺ نے سورۂ الحمد پڑھی اور فرمایا یہی سات دوہرائی جانے والی آیات اور قرآنِ عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔

سورۂ فاتحہ کے نام:

ناموں کی کثرت فضیلت کو ظاہر کرتی ہے۔علامہ قرطبی نے بارہ نام گنائے ہیں۔ الفاتحہ، ام الکتاب، سبع المثانی، شافیہ، وافیہ، کافیہ، اساس، الحمد، کنز، صلوۃ، توحید، تعلیم المسئلہ۔

پہلی تین آیات میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کر کے چوتھی آیت میں ہمارا اللہ سے جو تعلق ہے اس کو بیان کیا گیا ہے۔آخری تین آیات میں اللہ تعالیٰ سے سیدھے راستے کی استدعا کی گئی ہے کہ ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ان لوگوں کے راستے پر جن پر تیرا انعام ہوا، جو نہ مغضوب ہیں اور نہ گمراہ ہیں۔

اس کائنات میں جہاں کہیں کوئی خوبی یا کمال نظر آرہا ہے وہ بلا واسطہ یا بالواسطہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔وہی ایک ذات حقیقی معنوں میں تعریف کی مستحق ہے۔سورۂ فاتحہ کو الحمد سے شروع کر کے مخلوق پرستی کی جڑ کاٹ کر دل نشیں طریقے پر توحید کی تعلیم دی گئی ہے۔اگلے جملے رب العالمین (سارے جہاں کا پالنے والا) میں اس کی ناقابلِ انکار دلیل دی گئی ہے۔رب کے معنی وہ ذات ہے جو کسی چیز یا شخص کی تمام مصلحتوں کی رعایت کرتے ہوئے تربیت اور پرورش کر کے حدِ کمال تک پہنچانے والی ہے۔مجموعہ مخلوقات کو عالم کہتے ہیں اور اس کی جمع نہیں لاتے مگر یہاں عالم کی جمع لا کر یہ بتانا مقصود ہے کہ جملہ افرادِ عالم، آسمان و زمین، سورج و چاند، ستارے و سیارے، ہوا و فضاء، برق و باراں، انسان، جن و فرشتے، جمادات،

نباتات، حیوانات وغیرہ کے مربی اللہ تبارک وتعالیٰ ہیں۔ کوئی نظرِ غائر سے دیکھے تو یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آسمان سے لے کر زمین تک ساری چیزیں ایک حکیمانہ نظام کے تحت چل رہی ہیں اور انسان کے لئے زندگی کی سہولتیں مہیا کر رہی ہیں۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند ۔۔۔ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتۂ و فرماں بردار ۔۔۔ شرطِ انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

(ابر، ہوا، چاند، سورج، آسمان کام میں لگے ہوئے ہیں تا کہ تو روزی حاصل کرے اور غفلت سے نہ کھائے، سب تیرے لئے گردش میں ہیں اور فرماں بردار ہیں۔ یہ انصاف نہ ہوگا کہ تو (اللہ کی) فرماں برداری نہ کرے)

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت مخلوقات سے کچھ نفع حاصل کرنے لئے نہیں ہے بلکہ اپنے بے پایاں رحمت کے تقاضے اور اظہار کے لئے ہے۔ لہٰذا رب العالمین کے بعد الرحمٰن اور الرحیم لایا گیا ہے کہ وہ ذات بے انتہاء مہربان اور بے حد رحم کرنے والی ہے۔ عارفِ رومیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے:

ما نبودیم و تقاضۂ ما نبود ۔۔۔ لطفِ تو نہ گفتۂ ما می شنود

(ہم نہیں تھے اور نہ ہمارا تقاضہ تھا، ہمارے کہے بغیر ہی تیری رحمت ہماری شاملِ حال رہی)

اللہ کی ربوبیت اور رحمت کا حیرت انگیز نظام بے مقصد اور بے غایت نہیں ہوسکتا۔ اس نے انسان کو اپنی عبادت اور خلافت کے لئے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا:

۱) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ مَآاُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ○ (الذّٰریت۔۵۶،۵۷)

ترجمہ: اور میں نے جن اور انس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ میں ان سے رزق نہیں چاہتا اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھلایا کریں۔

۲) وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِيْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ○ (البقرہ۔۳۰)

ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کرو جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔فرشتوں نے کہا کہ کیا آپ زمین میں ایسے کو خلیفہ بنائیں گے جو فساد اور خون ریزی کرے گا اور ہم آپ کی حمد وثناء کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس بات کو جانتا ہوں جس کو تم نہیں جانتے۔

تیسری آیت مالک یوم الدین (روزِ جزاء کا مالک) ہے، جو افراد فریضۂ عبادت اور خلافت کی ذمہ داری کو بحسنِ خوبی انجام دیں گے ان کے لئے انعام اور جزاء اور جو اس کے لئے خلاف کریں گے ان کو سزا دینا بھی اللہ کی رحمت، عدل اور انصاف کا تقاضہ ہے۔اس لئے اس عالم کے اختتام پر ایک دن روزِ جزاء مقرر کیا گیا ہے۔ روزِ جزاء کے بعد جو زندگی عطا کی جائے گی وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے کی زندگی ہوگی۔

انعام یافتہ گروہ جنت کی ابدی نعمتوں میں رہے گا اور سزا یافتہ گروہ جہنم کے ابدی عذاب میں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، اس کی ربوبیتِ عامہ، رحمتِ کاملہ وواسعہ اور روزِ جزاء اس کی ملکیتِ تامہ کے بیان کے بعد چوتھی آیت اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ (تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں) میں ہمارا اللہ تعالیٰ سے جو تعلق ہے وہ بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا خالق، مالک اور رب ہے اور اس کے احسانات میں انسان سر سے پیر تک ڈوبا ہوا ہے لہٰذا عبادت کی مستحق اللہ ہی کی ذات ہے۔ ساری قدرت، طاقت اور اختیارات کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس لئے مدد بھی اسی سے مانگنا چاہئے۔ غیر اللہ کی بندگی بھی حرام ہے اور غیر اللہ سے مدد طلب کرنا بھی حرام ہے۔ کچھ لوگوں کو شبہ ہوسکتا ہے کہ ساری دنیا ایک دوسرے کی مدد، تعاون اور اشتراک سے چل رہی ہے وہ کیسے حرام ہوسکتا ہے؟ غیر اللہ کو قادرِ مطلق اور مختارِ مطلق قرار دے کر مدد طلب کرنا حرام ہے۔

عبادت کے معنیٰ انتہائی تذلّل (عاجزی) کے ساتھ کسی کی تعظیم بجالانا ہے۔ انسان کی آفرینش کا مقصد ہی عبادت ہے تو زندگی کے تمام کاموں کو شریعتِ الٰہی کے مطابق بجالانا عبادت ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

۱) عَنۡ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ مَسۡعُوۡدٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ طَلَبُ کَسۡبِ الۡحَلَالِ فَرِیۡضَۃٌ بَعۡدَ الۡفَرِیۡضَۃِ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دیگر فرائض کے بعد حلال کمائی طلب کرنا فرض ہے۔

۲) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ بِکُلِّ تَسْبِیْحَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ تَکْبِیْرَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ تَحْمِیْدَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ تَھْلِیْلَۃٍ صَدَقَۃٌ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃٌ وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَۃٌ وَفِیْ بُضْعِ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیَاْتِیْ اَحَدُنَا شَھْوَتَہٗ وَیَکُوْنُ لَہٗ فِیْھَا اَجْرٌ قَالَ رَاَیْتُمْ لَوْ وَضَعَھَا فِیْ حَرَامٍ اَکَانَ عَلَیْہِ فِیْہِ وِزْرٌ فَکَذٰلِکَ اِذْ وَضَعَھَا فِی الْحَلَالِ کَانَ لَہٗ فِیْھَا اَجْرٌ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک ہر تسبیح کہنا صدقہ ہے، ہر تکبیر کہنا صدقہ ہے، ہر حمد کہنا صدقہ ہے اور ہر لا الٰہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے اور تمہارا اپنی بیوی سے صحبت کرنا بھی صدقہ ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ ہم میں سے ایک آدمی اپنی شہوت پورا کرتا ہے تو وہ صدقہ کیسے ہوگا اور اس کو اجر وثواب کیسے ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے بتاؤ کہ اگر کوئی حرام طریقہ سے شہوت کو پورا کرتا تو کیا اس کو گناہ ہوتا یا نہیں؟ اس طرح سے جب وہ حلال طریقے سے اپنی خواہش کو پورا کیا ہے تو اس کو اجر ملے گا۔

سچے دل سے آدمی جو بھی جائز عمل کرتا ہے وہ صدقہ کی تعریف میں آتا ہے

اوراس پراس کواجروثواب ملتا ہے۔

چوتھی آیت اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ٥ (تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں) ہے، کس کام میں مدد طلب کرتے ہیں اس کا ذکر نہیں ہے تو صاف مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی عبادت میں اور زندگی کے ہر کام میں تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

یہاں گرامر (صرف ونحو) کا ایک قاعدہ ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ عام قاعدہ کے مطابق عربی جملہ میں پہلے فعل (کام)، اس کے بعد فاعل (کرنے والا) اور آخر میں مفعول (جس پر کام کیا گیا) آتا ہے۔ مگر یہاں پہلے مفعول جو ضمیرِ منصوب منفصل ہے، لائی گئی ہے، اس کے بعد فاعل لایا گیا ہے۔ پھر دوسرے جملے میں بھی مفعول جو ضمیرِ منصوب منفصل ہے شروع میں لائی گئی ہے۔ جس سے حصر اور تاکید مطلوب ہے کہ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔ غیر اللہ کی نہ ہم عبادت کرتے ہیں اور نہ غیر اللہ سے ہم مدد چاہتے ہیں۔

اللہ جل شانہ سے اپنے تعلق کا اقرار کر کے پانچویں آیت اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ٥ سیدھے راستے کی ہدایت کی دعا کی گئی ہے۔ ہدایت کے معنیٰ کسی کو نرمی اور مہربانی کے ساتھ منزلِ مقصود کی طرف رہنمائی کرنا ہے۔

ہدایت کے مختلف درجات:

ا) ہدایت کا ایک درجہ عام ہے جو کائنات کی تمام مخلوقات جمادات، نباتات، حیوانات

وغیرہ کو شامل ہے۔جیسا کہ فرمایا گیا:

۱) سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰیO الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰیO وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰیO

(الاعلیٰ ۔۳-۱)

ترجمہ: اپنے ربِ اعلیٰ کی پاکی بیان کیجئے جس نے ساری مخلوقات کو بنایا پھر انہیں ٹھیک ٹھاک کیا اور ان کی تقدیر بنائی پھر ان کو راہ بتائی۔

۲) قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰیO (طٰہٰ ۔۵۰)

ترجمہ: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب صورت و شکل عطا فرمائی اور پھر اس کو راہ بتائی۔

اس ہدایتِ عامہ کا نتیجہ یہ ہے کہ کائناتِ عالم کے تمام انواع و اصناف اپنا اپنا فریضہ سلیقہ سے ادا کر رہے ہیں۔جو چیز جس کام کے لئے بنائی گئی ہے وہ اس کو ایسی خوبی سے ادا کر رہی ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔مولانا روم نے کیا خوب فرمایا ہے:۔

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند　　　با من و تو مردہ، باحق زندہ اند

(مٹی، ہوا، پانی، آگ سب اللہ کے حکم کے پابند ہیں۔ہمارے تمہارے لئے مردہ ہیں مگر اللہ کے لئے زندہ ہیں)

انسان کا ہر عضو وہی فریضہ انجام دے رہا ہے جس کے لئے اس کو تخلیق کیا گیا ہے۔زبان سے نکلی ہوئی آواز کا ادراک نہ ناک کر سکتی ہے نہ آنکھ، حالانکہ یہ زبان

سے قریب ہیں، صرف کان ہی زبان کی بات کا ادراک کرسکتا ہے۔ دانائے روم نے خوب فرمایا:۔

مرزباں رامشتری جز گوش نیست   واقفِ این رازِ جز بے ہوش نیست

ب) ہدایت کا دوسرا درجہ عقل رکھنے والی مخلوق انسان اور جن کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ ہدایت انبیاء اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ سے پہنچتی ہے۔

ج) ہدایت کا تیسرا درجہ، ہدایت کے دوسرے درجہ سے فائدہ اٹھا کر جو شخص ایمان کی راہ اختیار کرتا ہے رحمتِ الٰہی اس کو تمام غلط راستوں سے بچا کر صحیح راہ چلاتی ہے اور وہ جنت میں پہنچ جاتا ہے۔

اس تیسرے درجہ کی ترقی غیر محدود ہے۔ اعمالِ صالحہ کے ساتھ ترقی ہوتی جاتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

۱) وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى (مریم۔۷۶)

ترجمہ: اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت میں ترقی دے گا۔

۲) وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَه‘ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ (التغابن۔۱۱)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو صحیح راہ دکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

۳) وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (العنکبوت۔۶۹)

ترجمہ: جو لوگ ہمارے راستے میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستوں کی مزید ہدایت کر دیتے ہیں اور بے شک اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

یہی وہ میدان ہے جس میں آخری عمر تک آدمی کو جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے جس سے اس کی ہدایت اور درجات میں بلندی حاصل ہوتی رہے۔ کوئی بڑے سے بڑا انسان بھی ہدایت سے استغناء نہیں برت سکتا۔ ایک ادنیٰ ایمان والے کے لئے ہدایت جتنی ضروری ہے اتنی ہی بڑے سے بڑے رسول کے لئے بھی اہم ہے۔ چنانچہ فتحِ مکہ کی بشارت دے کر فرمایا گیا:

۴) اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۞ لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ وَيَهۡدِيَكَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ۞ (الفتح۔۲،۱)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو کھلی اور صاف فتح عطا فرمائی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہوں کو معاف فرمائے اور اپنی نعمتیں آپ پر پوری کرے اور آپ کو سیدھے راستے پر چلائے۔

مولانا روم نے خوب فرمایا ہے:

اے برادر بے نہایت در گہے ست ہر چہ بروے میرسی بروے مایست

(اے بھائی سلوک الی اللہ کا راستہ بے نہایت ہے۔ جس مقام پر بھی تم پہنچے ہو وہاں مت ٹھہرو بلکہ آگے بڑھو)

(معارف القرآن۔ جلدِ اول)

د) آخرت میں جنت کی طرف رہنمائی:

صراطِ مستقیم پر جو لوگ گامزن ہوتے ہیں، آخرت میں جب جنت میں پہنچیں گے بطورِ شکر و احسانِ الٰہی کے کہیں گے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْ لَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُوْدُوْآ اَنْ تِلْکُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْھَا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ O

(الاعراف۔۴۳)

ترجمہ: (اور وہ کہیں گے) اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں ہدایت دے کر یہاں تک پہنچایا اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم یہاں پہنچنے والے نہ تھے۔ بے شک ہمارے رب کے رسول حق بات لے کر آئے تھے اور اہلِ جنت سے پکار کر کہا جائے گا کہ تم جو اعمال کرتے تھے اس کے بدلے میں تم کو جنت کا وارث بنا دیا گیا ہے۔

ہدایت کا ذریعہ:

ہدایت کا پہلا، تیسرا اور چوتھا درجہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ ہدایت کے دوسرے درجہ میں انبیاءؑ اور آسمانی کتابوں کو ذریعہ کے حد تک ہی ہادی بنایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرامؑ کو مبعوث کیا جن میں ۳۱۳ رسول تھے، جنہیں نئی شریعت دی گئی۔ ان انبیاءؑ پر ایک سو صحیفے اور چار کتابیں تورات، انجیل، زبور اور قرآن نازل فرمائیں۔ حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور سارے انسانوں کی طرف آپ کو بھیجا گیا ہے۔ آپ ﷺ پر اور

آپ ﷺ پر نازل کی گئی کتاب پر ایمان لائے بغیر کوئی ہدایت نہیں پا سکتا۔

۱) اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًاo (بنی اسرائیل۔۹)

ترجمہ: بے شک یہ قرآن اس راستے کی رہنمائی کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے اور وہ ایمان والے جو نیک اعمال کرتے ہیں ان کو بڑے اجر کی بشارت دیتا ہے۔

۲) شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (البقرہ۔۱۸۵)

ترجمہ: رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی دلیلیں بھی ہیں۔

۳) وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍo (الشوریٰ۔۱۵۲)

ترجمہ: اس طرح ہم نے آپ کی طرف قرآن کو جو ہمارا حکم ہے بھیجا۔ آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے۔ لیکن ہم نے قرآن کو ایسا نور بنایا ہے جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں۔ بے شک آپ لوگوں کو صحیح راستہ بتا رہے ہیں۔

نور سے مراد اللہ کی کتاب ''قرآنِ حکیم'' ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا

ذریعہ بنایا ہے۔ اپنے بندوں میں جس کو چاہیں اس نور کے ذریعہ ہدایت کی توفیق دیتے ہیں۔ دوسرا ہدایت کا ذریعہ نبی ﷺ ہیں کہ آپ ﷺ لوگوں کو صراطِ مستقیم کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ اب توفیقِ الٰہی جس کے حق میں ہوگی وہی آپ کی تبلیغ سے ہدایت قبول کرے گا ورنہ محروم رہے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سیدھے راستے کی رہنمائی فرمائے اور مرتے دم تک ہمیں اسی پر قائم رکھے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۲) مبحث دوُّم (صراطِ مستقیم کیا ہے؟)

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَo الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ o اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُo اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ o صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ o غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَo (الفاتحہ۔۷-۱)

صدق اللّٰه العظيم وصدق رسوله الكريم ونحن علٰى ذٰلك من الشهدين والشكرين۔

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام عالموں کا رب ہے۔ جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ جو روزِ جزاء کا مالک ہے۔ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔ ہم کو سیدھی راہ چلا۔ راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے اپنا انعام کیا، جن پر تیرا غضب نہیں ہوا اور جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (ہم کو سیدھی راہ چلا) ایک جامع اور اہم ترین دعا ہے جو انسان کو سکھائی گئی ہے۔ انسان کا کوئی فرد یا گروہ اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ دین و دنیا دونوں کی فلاح و کامیابی صراطِ مستقیم کے بغیر ممکن نہیں۔ جس طرح آخرت کی ابدی کامیابی کے لئے صراطِ مستقیم پر چلنا ضروری ہے اسی طرح دنیا

کی الجھنوں کا حل بھی صراطِ مستقیم ہی ہے۔

صراطِ مستقیم کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ سورۂ نحل میں فرماتا ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ وَلَوْ شَاءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ o (النحل۔۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہے سیدھی راہ اور ان میں بعض راہیں ٹیڑھی بھی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو سیدھی راہ چلاتا۔

سیدھا راستہ وہ ہے جس میں نہ افراط ہے اور نہ تفریط، جس میں نہ موڑ ہوں، نہ ٹیڑھا پن ہو، نہ ترچھا پن ہو۔ سیدھا راستہ وہ ہے جو براہِ راست اللہ تک پہنچانے والا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو مثال سے اس طرح سمجھایا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَطًّا ثُمَّ قَالَ هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَالَ هٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِنْهَا شَيْطٰنٌ يَدْعُوْا اِلَيْهِ وَقَرَاَ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ الْاٰيَةَ (احمد، نسائی، دارمی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں سمجھانے کے لئے ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے پھر اس خط کے دائیں بائیں کئی خطوط کھینچے اور فرمایا کہ یہ خطوط ٹیڑھے راستے ہیں جن کے ہر راستہ پر شیطان ہے اور وہ ادھر بلا رہا ہے۔ پھر آپ نے سورۂ انعام کی آیت تلاوت کی:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (الانعام۔۱۵۳)

ترجمہ: اور یہ کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اسی راستے پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو ورنہ وہ تم کو اللہ کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ اس بات کا اللہ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم گمراہی سے بچتے رہو۔

صراطِ مستقیم کی پہچان لوگوں سے کرائی گئی ہے:

صراطِ مستقیم ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ یہ چار گروہ ہیں:

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا○ (النساء۔۶۹)

ترجمہ: جو اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے تو یہ ان لوگوں کے ہمراہ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا (یعنی) انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ یہ حضرات بڑے اچھے ساتھی ہیں۔

۱) انبیاء: وہ انسان جن کو اللہ تعالیٰ منتخب کرتا ہے تاکہ ان کے ذریعہ بندوں تک اپنے پیغامات پہنچائے۔

۲) صدیقین: صادق کے معنی سچا، صدّیق صادق کا مبالغہ ہے یعنی بڑا سچا سراپا صدق۔ صدیق وہ ہے کہ راہِ صدق سے اس کا قدم کبھی نہ ڈگمگائے۔ جس کے اقوال، اعمال اور احوال سب صدق کے معیار پر پورا اترتے ہیں۔ افضل الصدیقین

حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ آپ نے بے ساختہ طور پر اللہ کے رسول ﷺ کی بات کو قبول کرلیا اور آخری وقت تک قائم رہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ کی فضیلت روزہ نماز کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خاص صفت (صدق) کی وجہ سے ہے جس کا تعلق اس کے دل سے ہے۔

۳) شہداء: شہید کے معنی گواہ کے ہیں۔ شہید سے مراد وہ حق پرست ہے جو اپنے قول سے، اپنے عمل سے، اپنے اخلاق سے، اپنے حال سے حق کی گواہی دیتا ہے اور وقت آنے پر اپنی جان بھی اس پر قربان کر دیتا ہے۔

۴) صالحین: جو صحیح الاعتقاد اور صحیح الاعمال ہوتے ہیں۔

چونکہ ہمارے نبی ﷺ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا مگر آپ کی امت میں صدیقین، شہداء اور صالحین ہمیشہ رہیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ علمائے دین انبیائے کرامؑ کے وارثین ہیں۔

عَنْ اِبی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ۔۔۔۔۔ اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَہٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ (احمد، ترمذی، ابوداود، ابنِ ماجہ، دارمی)

ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک علمائے دین انبیائے کرامؑ کے وارثین ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ انبیائے کرامؑ اپنا ورثہ دینار و درہم کی شکل میں نہیں چھوڑتے بلکہ وہ تو صرف علمِ دین

کی شکل میں چھوڑتے ہیں۔ پس جس نے دین کا علم حاصل کیا اس نے پورا حصہ پالیا۔

علمائے دین سے مراد علمائے ربانی ہیں کیونکہ علمائے سوء (دنیا پرست علماء) کو آپ ﷺ نے بدترین خلائق فرمایا۔

عَنِ الْاَحْوَصِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَاَلَ رَجُلُ نِ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الشَّرِّ فَقَالَ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنِ الشَّرِّ وَسَلُوْنِیْ عَنِ الْخَيْرِ يَقُوْلُهَا ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ اَلَا اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ وَاِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خِيَارُ الْعُلَمَاءِ (دارمی)

ترجمہ: حضرت احواص بن حکیمؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص نے اللہ کے رسول ﷺ سے شر (برائی اور برے لوگوں) کے بارے میں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے شر کے بارے میں مت پوچھو بلکہ خیر کے بارے میں پوچھو تین مرتبہ آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا جان لو کہ تحقیق بدترین برے لوگوں میں برے علماء ہیں اور بلاشبہ بہترین اچھے لوگوں میں اچھے علماء ہیں۔

ہدایت کے دو ذریعے:

عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهٖ (موطا)

ترجمہ: حضرت مالک بن انسؒ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری اس کے

رسول کی سنت ہے۔

صراطِ مستقیم کا سلبی پہلو(Negative aspect):

صراطِ مستقیم پر چلنے والے انعام یافتہ کے ایجابی پہلو کے بعد ساتویں آیت غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ o میں سلبی پہلو سے یہ واضح کر دیا گیا کہ یہ وہ لوگ نہیں جن پر تیرا غضب ہوا اور جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔ مفسرین کا اجماع ہے کہ مغضوب سے مراد یہود ہیں اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ یہود پر اللہ تعالیٰ کا غضب اس لئے ہوا کہ انہوں نے جان بوجھ کر حق کی مخالفت کی اور نصاریٰ نے ناواقفیت اور جاہلیت کی وجہ سے غلط راہ اختیار کی اور افراط اور غلو میں مبتلاء ہو گئے۔ آپ ﷺ نے امت کو خبردار کیا کہ وہ پیش رَو امتوں (یہود اور نصاریٰ) کے نقشِ قدم پر چلنے سے بچیں:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَزِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰی لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی قَالَ فَمَنْ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ضرور تم اپنے پیش رَو امتوں کے طریقوں کی پیروی کرو گے۔ بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ۔ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں گھس گئے ہوں تو تم بھی ان کی پیروی کرو گے آپ سے عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ وہ پیش رو امتوں سے آپ

کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اور کون ہوتے ہیں (ان کے سوا)؟

اللہ کے رسول ﷺ کی پیش گوئی:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیَاْتِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِیْ کَمَا اَتٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ حَذْ وَالنَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰی اِنْ کَانَ مِنْھُمْ مَنْ اَتٰی اُمَّہٗ عَلَانِیَۃً لَکَانَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّصْنَعُ ذٰلِکَ وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ضرور میری امت پر وہ دور آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا تھا جس طرح ایک جوتی دوسری جوتی کے مشابہ ہوتی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی آدمی اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کیا ہوگا تو میری امت میں بھی کوئی شخص ایسا ہوگا جو یہ کام کر گزرے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی سوائے ایک فرقہ کے سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ نجات پانے والا (جنت میں جانے والا) فرقہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر چلنے والا ہے۔

صراطِ مستقیم وہ راستہ ہے جو جہنم سے بچا کر جنت میں لے جانے والا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کی پہچان یہ بتائی کہ وہ آپ ﷺ

کے اور آپ ﷺ کے صحابہ کے طریقے پر چلنے والے ہوں گے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے اتنا صاف اور صریح طور پر یہ فرمانے کے بعد کہ نجات پانے والا اور جنت میں جانے والا فرقہ وہ ہے جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقے پر چلنے والا ہے، اگر کوئی صحابہؓ کی مخالفت کرتا ہے تو اس کے گمراہ ہونے میں کیا شک ہے؟

دین کو علمی اور عملی طور پر اللہ کے رسول ﷺ سے حاصل کر کے امت تک پہنچانے والا گروہ صحابہ کرامؓ کا ہے۔ سید قطب شہیدؒ نے اپنی کتاب ''المعالم فی الطریق'' میں بہت صحیح بات لکھی ہے کہ صحابہ کرامؓ ''قرآنی امت'' تھے۔ جیسا جیسا قرآن نازل ہوتا تھا صحابہؓ اللہ کے رسول ﷺ کی رہنمائی میں اپنے آپ کو ڈھالتے چلے گئے۔ جو مسائل اور معاملات انہیں پیش آتے اسی کے مطابق قرآن نازل ہوتا گیا۔ آیات کے شانِ نزول اور اس کے مفہوم کو صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر سمجھنے والا کوئی نہیں ہوسکتا۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کے ذمہ صحابہؓ کو کتاب کی تعلیم دینا، احکامِ دین سکھانا اور ان کے نفوس کے تزکیہ کا فریضہ بھی مقرر کر دیا تھا۔ فرمایا گیا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○

(آل عمران۔۱۶۴)

ترجمہ: درحقیقت اللہ نے ایمان والوں پر بہت بڑا احسان کیا کہ انہی میں سے ایک رسول کو بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتے ہیں، ان کے نفوس کا تزکیہ

کرتے ہیں اور انہیں کتاب کی تعلیم دیتے ہیں اور دین کے احکام سکھاتے ہیں۔
بلاشبہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں مبتلاء تھے۔

فریضۂ رسالت کے اس مضمون کی آیت قرآن میں چار مقامات پر آئی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا میں (البقرہ۔۱۲۹) کہ ایک ایسے نبی کو مبعوث کر جو یہ چار فرائض انجام دے۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات ذکر کرتے ہوئے (سورۂ بقرہ۔۱۵۱) میں پھر (سورۂ آل عمران۔۱۶۴) اور (سورۂ جمعہ۔۲) میں۔ فریضۂ رسالت کی انجام دہی، اللہ کی آیات کو تلاوت کر کے سنانا، کتاب اللہ کی تعلیم دینا، اس کے احکام سکھانا اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرنا، یہ سب کام جماعتِ صحابہؓ پر ہی ہوئے۔ صحابہ کرامؓ کی جماعت ہی وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی کی رفاقت اور اقامتِ دین کے لئے چن لیا تھا۔ ایمان لانے کے بعد صحابہ کرامؓ نے اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کے رسول ﷺ اور دین کے حوالے کر دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ کی صحبت میں ان کی تعلیم اور نفوس کا تزکیہ ہوا۔ قرآن اور سنتِ رسول ﷺ کا صحیح مطلب اور مفہوم صحابہ کرامؓ کے ذریعہ ہی معلوم ہو سکتا ہے۔ ان سب وجوہات کی بناء پر صحابہ کرامؓ حجت قرار پاتے ہیں۔

قرآن اور سنت اگر علمی طور پر ہدایت کا ذریعہ ہیں تو عملی طور پر اللہ کے رسول ﷺ نے مَا اَنَا عَلَیۡهِ وَاَصۡحَابِیۡ کہہ کر صحابہ کرامؓ کے عمل کو دین میں حجت قرار دیا ہے۔ امت کے اختلافات میں صحابہ کرامؓ کا قول و عمل ہی کسوٹی قرار پاتا ہے۔ کیسے نادان اور بدنصیب ہیں وہ لوگ جو صحابہ کرامؓ کو نظر انداز کر کے بلکہ ان

کو تنقید اور تنقیص کا نشانہ بنا کر صراطِ مستقیم پر چلنا چاہتے ہیں۔

سورۂ فاتحہ کا ایک نام ''تعلیمِ مسئلہ'' ہے:

یہ سورۃ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی زبانی فرمائی کہ ہماری بارگاہ میں حاضر ہوں تو اس طرح دعا کیا کریں کہ ہمیں سیدھا راستہ چلا۔ اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نعمت صراطِ مستقیم ہے۔ صراطِ مستقیم کو پالینا ہی دنیا اور آخرت کی کامیابی کی کلید ہے۔ ایمان والے بندوں کو چاہئیے کہ اخلاصِ نیت، استحضارِ ذہن اور پوری عاجزی کے ساتھ اس دعا کا اہتمام کریں۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھ کر صراطِ مستقیم کی دعا کر کے یہ خیال نہ کرے کہ یہ تحصیلِ حاصل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں صراطِ مستقیم پر قائم رہنے اور ہدایت کا اعلیٰ درجہ حاصل کرنے کی استدعا ہے۔ مزید یہ اس بات کی استدعا ہے کہ خاتمہ بھی صراطِ مستقیم پر ہو کیونکہ سارے اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔ یہ نکتہ ہے جس کی بناء پر نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہنا سنت ہے۔ یہ قرآن کا لفظ نہیں ہے اس کے معنی ہیں اے اللہ ہماری دعا قبول فرما۔

صراطِ مستقیم کتاب اللہ اور رجال اللہ دونوں کے مجموعہ سے ملتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو ایک رسول پر نازل کیا اور ان کے ذمہ صرف یہی فریضہ مقرر نہیں کیا کہ بس کتاب کو پہنچا دیں بلکہ یہ بھی فریضہ آپ ﷺ کے ذمہ تھا کہ کتاب کا معنی اور مطلب سمجھائیں اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ بھی بتائیں۔ جن لوگوں نے آپ ﷺ سے کتاب کا علم اور عمل سیکھا وہ صحابہ کرامؓ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سو آسمانی صحیفے

اور چار کتابیں نازل فرمائیں مگر انبیائے کرامؑ ایک لاکھ چوبیس ہزار مبعوث فرمائے۔اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہدایت کے لئے محض کتاب کافی نہیں ہے بلکہ اس کتاب کو سمجھانے کے لئے معلم اور اس کے مطابق تربیت کرنے کے لئے مربی کی بھی ضرورت ہے۔ نبی ﷺ کے بعد آپ کے نائبین ”علمائے ربانی“ سے کتاب کا علم اور عمل سیکھنا چاہیۓ۔ صراطِ مستقیم کی پہچان کے لئے جہاں کتاب اللہ ضروری ہے وہاں رجال اللہ بھی ضروری ہیں۔رجال اللہ کون ہیں ان کو کتاب اللہ کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھا جائے۔ جو اس معیار پر پورا نہ اتریں ان کو رجال اللہ ہی نہ سمجھا جائے۔رجال اللہ کی صحیح پہچان ہو جائے تو انہیں سے کتاب اللہ کا علم اور عمل سیکھا جائے۔ کچھ لوگوں نے صرف کتاب اللہ کو لے لیا اور رجال اللہ کو نظر انداز کر دیا اور کچھ لوگوں نے کتاب اللہ سے آنکھیں بند کر کے رجال اللہ ہی کو معیارِ حق سمجھ لیا، دونوں گروہ گمراہی کا شکار ہو گئے۔دین ہی نہیں بلکہ دنیا کے تمام معاملات، انجنیئرنگ، ڈاکٹری، صنعت وحرفت وغیرہ میں محض کتاب کا مطالعہ کافی نہیں ہے بلکہ اس میدان کے ماہرین سے اس کو سمجھنا ضروری ہے۔

بقولِ اکبر الہ آبادی مرحوم ؎

کورس تو لفظ ہی سیکھاتے ہیں آدمی، آدمی بناتے ہیں

(معارف القرآن۔جلدِ اول)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں صحیح راستے کی رہنمائی فرمائے اور مرتے دم تک اسی پر قائم رکھے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۳) مبحث سوّم (بندہ کی صراطِ مستقیم کی دعا کا جواب)

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o الٓمّٓ o ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ o الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ o وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ o اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o

(البقرہ۔۵-۱)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: الم۔ یہ کتاب ایسی ہے کہ جس میں ذرا شک نہیں، خدا سے ڈرنے والوں کو رہنمائی کرتی ہے۔ وہ ڈرنے والے ایسے ہیں جو غیب کی باتوں پر یقین رکھتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ ایسے ہیں جو اس کتاب پر جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے ایمان لاتے ہیں اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی جا چکی ہیں اور وہ لوگ آخرت پر بھی پختہ یقین رکھتے ہیں۔ بس یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے صحیح راہ پر ہیں اور یہی لوگ ہیں جو حقیقی فلاح پانے والے ہیں۔

بندہ کی صراطِ مستقیم کی دعا کا جواب:

سورۂ فاتحہ میں بندہ کی صراطِ مستقیم کی دعا (اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ) {ائے اللہ ہم کو سیدھا راستہ چلا} کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس کے سامنے اپنی کتاب قرآنِ مجید رکھ دی کہ جو شخص بھی صراطِ مستقیم چاہتا ہے اس کو پڑھے، سمجھے اور عمل کرے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی سورۃ سورۂ بقرہ رکھی گئی ہے اور اس کو ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ (وہ کتاب) سے شروع کر کے اس طرف اشارہ کر دیا گیا کہ جس صراطِ مستقیم کی تم کو تلاش ہے وہ اس کتاب میں ہے۔

سورۂ بقرہ کے فضائل:

اللہ کے رسول ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو سب سے پہلے نازل ہونے والی سورۃ یہی ہے۔ قرآن کی سب سے بڑی سورۃ ہونے کا بھی شرف سورۂ بقرہ کو حاصل ہے۔ ہجرت کے بعد مسلمانوں کا ایک معاشرہ آزاد فضا میں تشکیل پا رہا تھا تو جو بنیادی ہدایات عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق، نکاح وطلاق وغیرہ جن کی ضرورت تھی اس میں دی گئی ہیں۔ اس کے بعد معاشرہ کی تعمیر اور ترقی کے لئے جن ہدایات کی ضرورت تھی سورۂ آل عمران، سورۂ نساء اور سورۂ مائدہ میں نازل کی گئیں۔ اس سورۃ کے بے شمار فضائل اللہ کے رسول ﷺ نے بیان فرمائے ہیں۔ اس سورۃ کو سورۂ بقرہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا جس میں وہ قیل وقال کرتے رہے اور بالآخر ذبح کرنا ہی پڑا اس مناسبت

سے بطورِ علامت کے یہ نام رکھا گیا ہے۔

۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِىْ يُقْرَأُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةَ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ بے شک شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔

۲) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ يَقُوْلُ اقْرَؤُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ يَاْتِىْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شَفِيْعًا لِّاَصْحَابِهٖ اقْرَؤُوا الزَّهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ وَسُوْرَةَ اٰلِ عِمْرَانَ فَاِنَّهُمَا تَاْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ غَيَايَتَانِ اَوْ فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ اَصْحَابِهِمَا اقْرَؤُوا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَاِنَّ اَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَ تَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قرآنِ کریم پڑھا کرو وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لئے سفارش کرے گا۔ خاص طور پر دو جگمگاتی ہوئی سورتیں۔ سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھو یہ دونوں قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں پر اس طرح ظاہر ہوں گی گویا وہ ابر کی دو ٹکڑیاں ہیں یا دو سایہ کرنے والی چیزیں ہیں یا پرندوں کی صف باندھی ہوئی دو ٹکڑیاں۔ ان کے پڑھنے والوں کی طرف سے اللہ کے حضور جھگڑیں گی۔ سورۂ بقرہ

کا پڑھ کر عمل کرنا برکت کا باعث ہے اور اس کو چھوڑ دینا حسرت کا باعث ہوگا اور اہلِ باطل اور کسلمند لوگ اس کو پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ سنام القرآن اور ذروۃ القرآن ہے۔ سنام اور ذروۃ ہر چیز کے اعلیٰ اور افضل حصہ کو کہا جاتا ہے۔ اس کی ہر آیت کے نزول کے وقت اسّی (۸۰) فرشتے اس کے جلو میں نازل ہوئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ اس سورۃ میں ایک ایسی آیت ہے جو تمام قرآنی آیات میں افضل واشرف ہے اور وہ آیۃ الکرسی ہے۔

حروفِ مقطعات:

حروفِ مقطعات سے مراد الگ الگ پڑھے جانے والے حروف ہیں۔ قرآن کی انتیس سورتیں سورۂ مقطعات سے شروع ہوتی ہیں۔ سورۂ بقرہ 'الم' سے شروع ہوتی ہے۔ مفسرین نے اس کے درجہ ذیل معنی بیان کئے ہیں:

۱) تفسیرِ جلالین (جو عربی مدارس میں بطورِ نصاب پڑھائی جاتی ہے) میں حروفِ مقطعات کے تعلق سے الله اعلم بمراده بذلك ہے۔ یعنی ان حروف کی مراد کیا ہے اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے۔

۲) شیخ الہندؒ نے لکھا ہے کہ یہ بھید ہے اللہ اور رسول کے درمیان۔

۳) سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں دو طرح کی آیات نازل کی ہیں ایک محکمات جو کتاب کی اصل ہیں اور جن کے معنی واضح

ہیں، دوسرے متشابہات جن کے معنی متعین نہیں ہیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک حروفِ مقطعات متشابہات کی قبیل سے ہیں۔

۴) صاحبِ ''صفوۃ التفاسیر'' نے مختلف مفسرین کے اقوال نقل کر کے لکھا ہے کہ حروفِ مقطعات قرآن کے اعجاز کی دلیل ہیں۔ قرآن ایک معجزہ ہے کی اس کے مثل کوئی نہیں بنا سکتا۔ جو زبان ہم بولتے ہیں ان میں یہی عربی کے ۲۹ حروف استعمال کیئے جاتے ہیں مگر کوئی جن وانس ان حروف کو استعمال کر کے قرآن کے مثل ایک سورۃ یا ایک آیت بھی نہیں بنا سکتا۔

قرآن کی تفسیر کے اصول:

قرآن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک مقام پر کوئی بات اجمال (مختصر) سے بیان کی ہے تو دوسرے مقام پر اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ قرآن کی سب سے بہترین تفسیر وہ ہے جو قرآن سے کی جائے۔ قرآن کی تفسیر اللہ کے رسول ﷺ نے بیان فرمائی جو احادیث میں موجود ہے اور پھر صحابہ کرامؓ جو حضور ﷺ سے قرآن کو براہِ راست سیکھنے والے تھے ان کی تفاسیر ہیں، جو صحابہ کرامؓ کے شاگردوں کے ذریعہ سے امت تک پہنچی ہیں اور محفوظ ہیں۔ یہ باتیں اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ آپ لوگوں کے ذہنوں میں قرآن کی صحیح تفسیر اور تاویل کیا ہے اس کا ایک خاکہ رہے۔

حروفِ مقطعات (الم) کے بعد اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ اس کتاب میں کچھ شک نہیں ہے یعنی اس کے کلامِ الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور اس کے

مضامین کے واقعی ہونے میں کچھ شک نہیں ہے۔اس کتاب میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں سب حقائق پر مبنی ہیں کوئی بات ظن وگمان، اندازہ اور قیاس پر نہیں ہے۔ فرمایا گیا کہ یہ کتاب ہدایت ہے متقی لوگوں کے لئے یعنی اس کتاب سے ہدایت کی توفیق ان لوگوں کو ہوتی ہے جو متقی ہیں۔ ورنہ کتاب تو سارے جہاں والوں کے لئے ہدایت ہے جیسا کہ فرمایا گیا:

۱) شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (البقرہ۔۱۸۵)

ترجمہ: رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی دلیلیں بھی ہیں۔

۲) هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ (آل عمران۔۱۳۸)

ترجمہ: یہ ایک صاف اور صریح بیان ہے انسانوں کے لئے، ہدایت اور نصیحت ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

تقویٰ کے معنی اور متقین کی صفات:

اس کتاب میں متقیوں کے لئے ہدایت ہے کا معنی یہ ہے کہ اگر ہدایت چاہتے ہو تو اپنے اندر تقویٰ کی صفت پیدا کرو صحیح راستہ پر گامزن ہو جاؤ گے ورنہ بھٹکتے پھرو گے۔ دین کا خلاصہ کسی ایک لفظ میں اگر بیان کیا جا سکتا ہے تو وہ لفظ تقویٰ ہے۔امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں کہ تقویٰ کے اصل معنی نفس کو خوف کی چیز سے بچانا ہے پھر مجازاً

کبھی خوف بول کر تقویٰ اور تقویٰ کہہ کر خوف مراد لیا جاتا ہے۔ اصطلاحِ شرع میں تقویٰ سے مراد اللہ کے خوف سے اس کی منع کردہ چیزوں سے بچنا اور حکم کردہ چیزوں کو بجالانا ہے۔ تقویٰ کے مختلف درجات ہیں۔ تقویٰ کا بنیادی اور پہلا درجہ جو حصولِ ایمان کے لئے ضروری ہے وہ کفر وشرک سے بچنا ہے۔ دوسرا درجہ شریعت کی تمام حرام کردہ چیزوں سے بچنا ہے۔ تیسرا درجہ مشتبہات سے بچنا ہے۔ چوتھا درجہ کثرتِ مباح سے بچنا ہے۔ پانچواں درجہ ماسوا اللہ سے اپنے آپ کو بچانا ہے۔
(قاموس القرآن)

۱) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَاَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِی الْحَرَامِ كَالرَّاعِیْ يَرْعٰی حَوْلَ الْحِمٰی يُوْشِكُ اَنْ يَّرْتَعَ فِيْهِ ، اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى ، اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ ، اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ ، اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ جس شخص نے مشتبہ چیز سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا۔ جو شخص مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہو گیا تو وہ حرام

چیزوں میں مبتلا ہوکر رہے گا اور اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو ممنوع چراگاہ کے گرد اپنے جانور چراتا ہے اور ہر وقت اس کا امکان ہے کہ جانور اس ممنوع چراگاہ میں گھس جائیں۔ خوب جان لو ہر بادشاہ کی ایک ممنوع چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی ممنوع چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ خوب سن لو انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا انسان درست ہو جاتا ہے اگر وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا انسان بگڑ جاتا ہے۔ سن لو کہ وہ انسان کا دل ہے۔

۲) عَنْ عَطِيَّةَ السَّعْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِهٖ حَذَرًا لِمَا بِهٖ بَأْسٌ (ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عطیہ سعدیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بندہ متقیوں کے مقام کو حاصل نہیں کرسکتا یہاں تک کہ حرام سے بچنے کے لئے مباحات کو بھی ترک کرے۔

قرآنِ کریم میں ۹۵ مقامات پر اِتَّقُوا اللّٰهَ (اللہ کا تقویٰ اختیار کرو)، اِتَّقُوْهُ (اس سے ڈرو مراد اللہ سے)، اِتَّقُوْنِ (مجھ سے ڈرو یعنی اللہ سے) فرمایا گیا ہے۔ لفظ متقین اور متقون ۶۵ مرتبہ آیا ہے۔ (المعجم المفہرس)

حرام کی کثرت کی وجہ سے لوگ ہدایت سے محروم ہیں:

حرام کھانے پینے اور حرام چیزوں کے استعمال کرنے کی وجہ سے اکثر لوگ ہدایت کی توفیق سے محروم ہیں۔ کئی لوگوں کی آمدنیاں حرام ہیں، بعض پیشے ناجائز ہیں

مثلاً بینکوں کی اور انشورنس کمپنی وغیرہ کی ملازمتیں۔ بعض لوگ نا اہل ہونے کے باوجود رشوت دے کر ملازمتیں حاصل کرتے ہیں۔ امتحان میں بے ایمانی کر کے کچھ لوگ ڈگریاں حاصل کرتے ہیں اور اس ڈگری کی بنیاد پر ملازمت حاصل کر لیتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس کے اہل نہیں ہوتے۔ ملازم رکھنے والوں اور ملازمین میں جو عہد و پیمان (Service Rules) ہوتا ہے کم ہی لوگ اس کو پورا کرنے والے ہوتے ہیں۔ خاص طور پر گورنمنٹ کی ملازمت کرنے والے لوگ سروس رول کی جو پامالی کرتے ہیں اس کی تو حد نہیں۔ یہ بات ذہنوں میں بیٹھی ہوئی ہے کہ سروس رول کی پابندی کون کرتا ہے؟ اگر کوئی کرتا ہے تو اس کو بے وقوف گردانا جاتا ہے۔

آزاد پیشہ والے لوگوں نے ناجائز مقامات پر اپنی دوکانیں لگا رکھی ہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ عوام کا راستہ روک کر بیچنے والے کی آمدنی جائز نہیں ہے، اسے سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر فروخت کرنا چاہئے۔ مساجد اور مدارس کے چندے میں بھی کئی چیزیں ناجائز مل جاتی ہیں۔ انفرادی طور پر جو چندہ کیا جاتا ہے وہ کسی دباؤ یا کسی شخصیت کے اثر یا اپنی عزت کی بقاء کے لئے دیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں صاف وارد ہوا ہے:

اَلَا لَا تَظْلِمُوْا اَلَا لَا یَحِلُّ مَالُ امْرَءٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِّنْہُ (مشکٰوۃ)

ترجمہ: خبردار ظلم نہ کرو اور اچھی طرح سے سمجھ لو کہ کسی شخص کا مال (دوسرے شخص کے لئے) حلال نہیں ہے جب تک کہ اس کے نفس کی خوشی سے حاصل نہ ہو۔

کسی شخص کے انتقال کے بعد اس کے وارثین میں شرعی طور پر ترکہ تقسیم نہ ہو تو وہ مال حرام ہے۔ شاید ایک فیصد لوگ بھی شرعی طور پر ترکہ تقسیم کرتے ہوں!
(معارف القرآن۔جلد دوم)

کسی سائل (فقیر) کے پاس ایک دن کا کھانا ہے تو اس کے لئے مانگنا حرام ہے۔ کسی سے سوال کرنا اس وقت جائز ہے جب کہ کوئی اور ذریعہ باقی نہ رہے۔

سورۂ بقرہ کی جو آیات (۵-۱) تلاوت کی گئی ہیں ان میں متقین کی درجہ ذیل صفات بیان کئے گئے ہیں: ۱) ایمان بالغیب، ۲) اِقامت الصلوۃ، ۳) انفاق فی سبیل اللہ، ۴) قرآن پر اور اس سے پہلے تمام نازل کردہ کتابوں پر ایمان اور ۵) آخرت پر پورا یقین۔

لغت میں کسی کے اعتماد پر اس کی دی ہوئی خبر کو مان لینے کا نام ایمان ہے۔ ایمان کی شرعی تعریف یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی طرف سے جو بات بھی پیش کی ہے سب کی دل سے تصدیق کر لینا ایمان ہے۔ ایمان کا زبانی اقرار اسلامی احکام کے نفاذ کے لئے ضروری ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی پیش کردہ باتوں میں سے کسی ایک بات میں شک یا انکار آدمی کو دائرۂ ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔ ایمان محض جاننے کا نام نہیں ہے بلکہ دل سے تصدیق کرنا ایمان ہے۔ غیب سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن کو انسان اپنے حواس اور عقل سے معلوم نہیں کر سکتا جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، جنت و دوزخ کے حالات اور آخرت میں پیش آنے

والے تمام واقعات، فرشتے، جن، تمام انبیائے کرامؑ اوران پر نازل کردہ کتابیں اور تقدیر کی تمام باتیں وغیرہ۔

۱) ایمان بالغیب رکھنے والوں کی جزوی فضیلت:

۱) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَیُّ الْخَلْقِ اَعْجَبُ اِلَيْكُمْ اِيْمَانًا قَالُوْا الْمَلٰٓئِكَةُ قَالَ وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالُوْا فَالنَّبِيُّوْنَ وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَالْوَحْىُ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ قَالُوْا فَنَحْنُ قَالَ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَعْجَبَ الْخَلْقِ اِلَیَّ اِيْمَانًا لَقَوْمٌ يَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ يَجِدُوْنَ صُحُفًا فِيْهَا كِتَابٌ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا فِيْهَا (بیہقی)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے صحابہ سے پوچھا کہ کس مخلوق کا ایمان سب سے پسندیدہ ہے؟ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ فرشتوں کا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتوں کے ایمان لانے میں کیا تعجب ہے وہ تو اپنے رب کے پاس ہی رہتے ہیں۔ صحابہؓ نے کہا کہ انبیاءؑ کا ایمان۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کیوں ایمان نہیں لاتے کہ ان پر تو وحی نازل ہوتی رہتی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ پھر ہمارا ایمان۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے ایمان میں کیا تعجب کی بات ہے کہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پسندیدہ ایمان میرے نزدیک ان لوگوں کا ہے جو میرے زمانے

کے بعد پیدا ہوں گے اور صحیفوں میں کتاب (اللہ کی کتاب قرآن) کو پڑھ کر ایمان لائیں گے۔

۲) عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ جُمُعَةَ رَجُلٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ حَدِّثْنَا حَدِيْثًا سَمِعْتَه‘ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ نَعَمْ اُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا جَيِّدًا تَغَدَّيْنَا مَعَ الرَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَنَا اَبُوْ عُبَيْدَةَ ابْنُ الْجَرَّاحِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنَّا اَسْلَمْنَا وَجَاهَدْنَا مَعَكَ قَالَ نَعَمْ قَوْمٌ يَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِكُمْ يُؤْمِنُوْنَ بِیْ وَلَمْ يَرَوْنِیْ

(احمد، دارمی)

ترجمہ: حضرت ابن محیریز (تابعی) نے ابو جمعہ (جو صحابی رسول ﷺ ہیں) سے پوچھا کہ مجھے آپ ایسی حدیث سنایئے جو آپ نے خود اللہ کے رسول ﷺ سے سنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں تمہیں ایک بہت عمدہ حدیث بیان کروں گا۔ سنو ایک دن ہم حضورِ اکرم ﷺ کے ساتھ صبح کے کھانے پر تھے اور ابو عبیدہ بن جراحؓ (جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں) نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم سے بھی کوئی بہتر ہوسکتا ہے؟ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کے ساتھ ہم نے جہاد کیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ہاں تم سے بہتر وہ لوگ ہیں جو تمہارے بعد پیدا ہوں گے اور مجھ پر ایمان لائیں گے جب کہ انہوں نے مجھے دیکھا بھی نہیں ہوگا۔

۳) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰنِیْ وَاٰمَنَ بِیْ وَطُوْبٰی سَبْعَ مَرَّاتٍ لِمَنْ لَمْ يَرَنِیْ وَاٰمَنَ بِیْ (احمد)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک بار مبارکبادی ہے اس شخص کو جس نے مجھ کو دیکھا اور ایمان لایا اور سات مرتبہ مبارکبادی اس شخص کے لئے ہے جس نے مجھے دیکھا نہیں اور پھر مجھ پر ایمان لایا۔

صحابہ کرامؓ تو آپ کے دیدار سے مشرف ہوئے اور آپ کی صحبت اٹھائی اس لئے انبیائے کرامؑ کے بعد امت کا سب سے افضل طبقہ قرار دیئے گئے۔ بعد میں آنے والے جنہوں نے آپ کی زیارت نہیں کی، تابعین سے لے کر قیامت تک ہونے والے ایمان والوں کے لئے بھی ایک گونہ فضیلت اور بشارت ان احادیث سے ثابت ہے کہ ان کا ایمان کل کا کل غیب ہی ہے۔

تنبیہ:

جو شخص یہ شرط لگاتا ہے کہ جو چیزیں میرے عقل وحواس میں نہیں آتیں میں اسے کیسے قبول کروں تو ایسے شخص کے لئے ایمان کا دروازہ بند ہے۔ جدید علوم اور تحقیقات کی بنیاد حواس اور عقل پر ہے گوسب اقرار کرتے ہیں کہ انسانی حواس اور عقل دونوں محدود (Limited) ہیں پھر بھی ساری تحقیقات کی بنیاد اسی پر رکھتے ہیں۔ غیب کی خبروں کو مانے بغیر انسان کی زندگی ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتی۔ ایک عورت کے کہنے پر کہ فلاں شخص تمہارا باپ ہے ایک آدمی تسلیم کر لیتا ہے ورنہ سارا سماجی اور معاشرتی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ انسانوں میں سب سے سچے اور امانت دار گروہ انبیائے کرامؑ ہیں۔ جن کی صداقت اور امانت پر ایک عالم گواہ

ہے۔ اللہ کے سفیر ہونے کی کھلی نشانیاں اور ثبوت پیش کر کے اگر وہ کوئی غیب کی خبریں دیتے ہیں تو انکار کرنا بے عقلی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے!

۲) اقامت الصلوٰۃ:

متقین کی دوسری صفت نماز کو قائم کرنا ہے۔ نماز پڑھنا ہماری زبان کا محاورہ ہے جو اقامت الصلوٰۃ کے مفہوم کو ادا کرنے سے قاصر ہے۔ شریعت میں جو اصطلاح آئی ہے وہ نماز کو قائم کرنا ہے یا نماز کی حفاظت کرنا ہے۔ مراد اس سے تمام نمازوں کو شرعی قواعد کے مطابق پورے آداب سے بجالانا ہے۔ نماز کے شرائط، نماز کے فرائض، نماز کے واجبات، نماز کی سنتیں اور نماز کے مستحبات کا اہتمام کرتے ہوئے پابندی سے نماز ادا کرنا اور نماز کے مفسدات اور مکروہات سے بچنا ہے۔ کوئی خاص نماز نہیں بلکہ تمام نمازیں چاہے فرض، واجب یا نفل ہوں سب کو شریعت کے مطابق ادا کرنا ہے۔

۳) اللہ کی راہ میں خرچ کرنا:

متقین کی تیسری صفت اللہ نے جو مال دیا ہے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ خواہ فرض زکوٰۃ ہو یا نفل صدقات یا خیرات ہوں سب اس میں شامل ہیں۔ لفظ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ (جو کچھ ہم نے دیا ہے) سے جو مفہوم صادر ہوتا ہے کہ جو کچھ مال ہمارے پاس ہے یہ سب اسی کا دیا ہوا ہے اور اسی کی امانت ہے۔ اگر ہم تمام

مال بھی اللہ کی راہ میں خرچ کریں تو بجا ہے اور اس پر کوئی احسان نہیں ہوگا۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی   حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

لفظ مِمَّا کا اضافہ کر کے یہ بات متعین کر دی کہ تمہارا سارا مال ہم کو مطلوب نہیں ہے بلکہ تم فرض زکوۃ (2.5%) ادا کر دو تو تمہارا سارا مال پاک ہو جائے گا۔

۴) قرآن اور اس سے پہلے نازل کردہ تمام کتابوں پر ایمان لانا:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے ہر زمانے اور ہر ملک میں انبیائے کرامؑ کو مبعوث کیا اور ان پر کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے۔ سو صحیفے اور چار کتابیں (تورات، انجیل، زبور اور قرآن) نازل فرمائیں۔ تمام انبیاء اور تمام کتابوں کی تصدیق ایمان کے شرائط میں سے ہے۔ کسی بھی نبی اور ان پر نازل کردہ کتاب کا انکار کرنے سے آدمی کافر ہو جائے گا کیونکہ تمام انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا تھا اور تمام کتابوں کا نازل کرنے والا بھی وہی ہے۔ اس آیت میں آپ ﷺ پر نازل کردہ وحی اور آپ ﷺ سے پہلے نازل کردہ کتابوں کا ذکر ہے مگر آپ ﷺ کے بعد کسی وحی کے نازل ہونے کا ذکر نہیں ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور قرآن آخری کتاب ہے۔ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ خاتم النبین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور نہ کوئی وحی نازل ہوگی۔ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبی ماننا اور کسی وحی پر ایمان لانا کفر ہے۔ قرآن کے نزول کے بعد تمام آسمانی کتابیں منسوخ ہو گئیں

اوراب نجات اور ہدایت قرآن پراور ہمارے نبی کی شریعت پر عمل کرنے پر ہی منحصر ہے۔ جو اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) ہمارے نبی پر ایمان نہ لائیں اورقرآن اور شریعتِ محمدی پر عمل نہ کریں وہ کافراور جہنمی ہیں۔ (معارف القرآن۔جلداول)

۵) آخرت پر پختہ یقین:

متقین کی پانچویں صفت آخرت کی زندگی پر پختہ یقین ہے۔ایمان بالغیب میں آخرت پر یقین بھی آ گیا ہے مگراس کی اہمیت کے پیشِ نظر الگ سے اس کومتقین کے اہم صفات میں بیان کیا جارہا ہے۔آخرت سے مراد وہ زندگی ہے جو انسان کی موت کے بعد سے شروع ہو کر جنت اور جہنم میں پہنچنے اوراس کے بعد لامتناہی (Endless) طور پر چلتی رہنے والی ہے۔انسان کی دنیوی زندگی ایک امتحان ہے،اس امتحان کی زندگی میں انسان کوکس طرح گزر بسر کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرامؑ کے ذریعہ اوراپنی کتابوں کے ذریعہ آگاہ کردیا ہے۔اس امتحان کانتیجہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ سارے انسانوں کا حساب لیں گے ظاہر ہوگا۔سارے انسانوں کے نتائج کوظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک دن قیامت کامقرر کر رکھا ہے،جس کاعلم اسی کو ہے۔انسانوں کے اعمال کا حساب لیا جائے گا جو کامیاب ہوں گے ان کے لئے ہمیشہ رہنے کے لئے جنتیں ہوں گی اوران کی زندگی خوشی اور مسرت کی ہوگی۔ جو ناکام ہوں گے ان کے لئے ہمیشہ رہنے کے لئے جہنم ہوگی جہاں ان کی زندگی تکلیف اوراذیت کی ہوگی۔ اہلِ جنت ہمیشہ جنت میں رہیں

گے اور اہلِ جہنم بھی ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

موت سے زندگی ختم نہیں ہوتی بلکہ انسان آخرت کی زندگی میں داخل ہوتا ہے۔ عالمِ دنیا اور آخرت کے درمیان جو عالم ہے وہ ''برزخ'' کہلاتا ہے جو دراصل عالمِ آخرت کی تمہید ہے۔ دوبارہ جی اٹھنے تک انسان عالمِ برزخ میں رہتا ہے۔ عالمِ برزخ میں اہلِ ایمان سکون واطمینان سے رہتے ہیں اور کافر اور مشرک تکلیف اور پریشانی میں رہتے ہیں۔

عالمِ آخرت میں انسان کو اللہ کے حضور پیش ہونا اور اپنے اعمال کا حساب دینا اور اس میں کامیابی اور ناکامی ہمیشہ کی خوشحالی یا بدحالی ہے، یہ وہ عقیدہ ہے جو انسان کے اندر عظیم انقلاب پیدا کردیتا ہے۔ اس عقیدہ پر محض ایک جامد ایمان نہیں بلکہ پختہ اور متحرک یقین کی ضرورت تھی اس لئے متقین کے صفات میں ایک الگ جملہ میں وَبِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ (اور وہ آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں) لایا گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں جو عظیم انقلاب پیدا ہوا وہ اسی عقیدہ کی بدولت ہوا۔ ایمان لانے سے پہلے وہ تمام قسم کی برائیوں میں مبتلاء تھے۔ اعمال واخلاق کے لحاظ سے نہایت بری حالت میں تھے۔ بات بات پر جنگ اور خون ریزی کا بازار گرم ہوجاتا تھا۔ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کردیتے تھے۔ عورتوں کا معاشرے میں کوئی مقام ہی نہیں تھا۔ خانۂ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے جس کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ آخرت کے یقین نے ان کے اندر اللہ تعالیٰ کے بارے میں

صحیح توحید کا عقیدہ پیدا کیا اور اعمال و اخلاق میں وہ اعلیٰ صفات پیدا کئے کہ انبیاء کے بعد اگر کوئی گروہ افضل ہے تو وہ صحابہ کرامؓ کا گروہ ہے۔ آج بھی اگر کسی شخص یا قوم کی اصلاح ہو سکتی ہے تو اسی عقیدۂ آخرت کو پورے یقین سے اپنا کر ہو سکتی ہے، اس کے علاوہ اصلاح کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ عقیدۂ آخرت کے تعلق سے شک یا انکار آدمی کو ہدایت سے محروم کر کے گمراہی کے دلدل میں پھنسا دیتا ہے۔

۱) وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ٥

(الانعام۔۹۲)

ترجمہ: اور جو لوگ آخرت پر یقین رکھنے والے ہیں وہی اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور یہ لوگ اپنی نمازوں کی پوری حفاظت کرتے ہیں۔

۲) وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ٥ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا

(بنی اسرائیل۔۴۵،۴۶)

ترجمہ: اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں۔ اور ہم ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں تا کہ وہ اس کو سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں ثقل (گرانی) پیدا کر دیتے ہیں۔

۳) وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٥ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰکِبُوْنَO (المومنون ۔۷۳،۷۴)

ترجمہ: اور بے شک آپ تو ان کو سیدھے راستہ کی طرف بلا رہے ہیں بلا شبہ وہ لوگ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے صحیح راستے سے ہٹے جا رہے ہیں۔

۴) اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَO (النحل ۔۲۲)

ترجمہ: تمہارا معبودِ برحق تو اکیلا معبود ہے۔ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کے دل انکار کرنے والے ہیں اور وہ لوگ بڑے سرکش ہیں۔

۵) اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَO (یوسف ۔۳۷)

ترجمہ: (حضرت یوسفؑ نے فرمایا) کہ میں نے ان لوگوں کے مذہب کو ترک کر دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔

۶) اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَO (النمل ۔۴)

ترجمہ: بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے اعمال کو (ان کی نگاہ میں) خوش نما کر دیا ہے پس وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔

۷) بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِی الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِO (سبا ۔۸)

ترجمہ: بلکہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے عذاب میں اور بہت دور کی گمراہی

میں مبتلا ہیں۔

۸) وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ○ (الزمر۔۴۵)

ترجمہ: جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں آخرت کا یقین نہیں ہے ان کے دل سخت، کبیدہ اور متنفر ہو جاتے ہیں۔ جہاں اللہ کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جائے تو یہ لوگ اس وقت خوش ہو جاتے ہیں۔

۹) يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُالْقَرَارِ ○ (المومن۔۳۹)

ترجمہ: (قومِ فرعون کے مومن شخص نے کہا) اے میری قوم یہ دنیا کی زندگی بس چند روزہ متاع ہے اصل قرارگاہ تو آخرت ہی ہے۔

۱۰) الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○ (حم سجدہ۔۷)

ترجمہ: (بڑی خرابی ہے مشرکین کے لئے) جو زکوۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔

عقیدۂ آخرت جس قدر کسی انسان کے دل و دماغ پر عقلی، وجدانی، شعوری اور تحت الشعوری طور پر مضبوطی سے پیوست رہے گا اتنا ہی وہ دینی اعمال میں سرگرم رہے گا اور اس کے دل و دماغ کا رخ بھی صحیح راہ پر رہے گا یعنی جو کچھ کرے گا شریعت کے مطابق کرے گا اور اخلاصِ نیت سے کرے گا۔ قرآنِ کریم کا ہر صفحہ آخرت کے

تذکرے سے بھرا ہے کیونکہ آخرت آنکھوں سے اوجھل ہے لہٰذا بار بار اس کی یاد دہانی کرانے کی ضرورت پڑتی ہے۔

فلاح پانے والے لوگ:

پانچویں آیت میں فرمایا گیا کہ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں یعنی یہ پانچ صفات رکھنے والے متقی لوگ اپنے رب کی طرف سے صحیح راستے پر گامزن ہیں اور یہی لوگ پورے طور پر کامیاب ہیں۔ فلاح سے مراد دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی ہے کہ ان کے لئے دونوں کامیابی کے دروازے کھول دئے گئے ہیں۔ دنیا میں صحیح راستے پر چل کر آخرت میں جنت میں داخل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت میں فلاح پانے والے گروہ میں شامل کرے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۴) مبحث چہارم (قرآنِ حکیم میں تقویٰ کی آیات)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ۝ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡھَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَلٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓئِکَۃِ وَالۡکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنَ وَابۡنَ السَّبِیۡلِ وَالسَّآئِلِیۡنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَھۡدِھِمۡ اِذَا عٰھَدُوۡا وَالصّٰبِرِیۡنَ فِی الۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیۡنَ الۡبَاۡسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ۝ (البقرہ۔۱۷۷)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: نیکی یہی نہیں ہے کہ تم اپنا چہرہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص ایمان لائے اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، اس کی سب نازل کردہ کتابوں پر، اس کے تمام نبیوں پر، مال کی محبت کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور غلاموں کو آزاد کرانے میں اپنا مال دے۔ نماز کو قائم کرے اور زکوۃ ادا کرتا رہے۔ اور جب کوئی عہد کریں تو اس کو پورا کرنے والے ہوں اور تنگدستی، بیماری اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہوں۔

یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔

قرآنِ حکیم میں تقویٰ کی آیات:

گذشتہ مبحث میں یہ بات آپ کے سامنے آچکی ہے کہ ہدایت کا دارومدار تقویٰ پر ہے۔قرآنِ حکیم نے مختلف مقامات پر متقین کی صفات بیان کئے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات کے علاوہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷ اور سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۳ سے ۱۳۶ میں متقین کی جامع صفات بیان کی گئی ہیں۔لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات کی تشریح آپ کے سامنے بیان کی جائے۔تقویٰ ایک جامع صفت ہے اور پورے دین کا خلاصہ ہے اور اللہ کے نزدیک عزت کا معیار تقویٰ ہی ہے۔سورۂ بقرہ کی جو آیت (۱۷۷) تلاوت کی گئی ہے نہایت جامع طریقہ سے متقی لوگوں کا نقشہ پیش کرتی ہے۔برّ (نیکی)، صدق (سچائی) اور تقویٰ سب ایک جامع صفت کے مختلف پہلو ہیں۔جو شخص نیک (بارّ) ہے وہی صدیق ہے اور جو صدیق ہے وہی متقی ہے۔جو صفات اس آیت میں پیش کی گئی ہیں نمبروار بیان کی جاتی ہیں:

۱) **ایمانیات:** ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی اس لئے ایمان کی تفصیل بیان کی گئی ہے کہ یہ نیک لوگ اللہ پر، آخرت کے دن پر اور اللہ کے فرشتوں پر، اس کی تمام نازل کردہ کتابوں پر اور تمام انبیاء و رسل پر ایمان رکھنے والے ہوتے ہیں۔

۲) **اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا:** ایمانیات کے بعد اللہ کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کا ذکر ہے۔علیٰ حبہٖ (اس کی محبت میں) لفظ ہے۔مفسرین نے اس کے تین مفہوم بیان

کئے ہیں ایک اللہ کی محبت میں دینا، دوسرا دل میں مال کی محبت ہونے کے باوجود دینا اور تیسرا دل سے راضی رہنا۔ صاحبِ مال پر نصاب ہونے پر زکوۃ دینا تو فرض ہے۔ اس کا ذکر بعد میں ہے اس سے پہلے ہی اللہ کی راہ میں مال دینے کا ذکر آیا ہے۔

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ فِى الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ ثُمَّ تَلَا لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ الْاٰيَةَ

(ترمذی، ابنِ ماجہ، دارمی)

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنت قیسؓ روایت کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مال میں زکوۃ کے سوا بھی اللہ کا حق ہے پھر آپ نے یہ آیت لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (نیکی یہی نہیں ہے کہ تم اپنا چہرہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو۔۔۔) تلاوت فرمائی۔

مالی فرض صرف زکوۃ دینے سے پورا نہیں ہوتا۔ زکوۃ کے علاوہ بہت سی جگہ پر مال خرچ کرنا فرض اور واجب ہوتا ہے جیسے رشتہ داروں پر خرچ کرنا جب کہ وہ کمانے سے معذور ہوں، کوئی مسکین مر رہا ہو اس وقت مال خرچ کر کے اس کی جان بچانا فرض ہے۔ اس طرح ضرورت کی جگہ مسجد یا مدارس و مکاتب کی تعمیر یہ سب مالی فرائض میں داخل ہیں۔ (معارف القرآن۔ جلد اول)

۳) نماز کو قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا: نماز کو قائم کرنے کا مطلب پورے شرائط و آداب کے ساتھ پابندی سے ادا کرنا ہے۔ ہر صاحبِ نصاب پر سال میں ایک مرتبہ اپنے مال

کی زکوۃ نکال کراس کے مصارف میں خرچ کرنا چاہیئے۔

۴) اخلاق:

۱) ایفائے عہد یعنی جو بھی قول وقرار اور معاہدہ کرتے ہیں اس کو پورا کرتے ہیں۔لفظ 'موفون' اسمِ فاعل استعمال کیا گیا ہے یعنی ایفائے عہد ان کی دائمی عادت ہوتی ہے۔ تمام معاملات خرید وفروخت، اجارہ وشرکت، نکاح وطلاق سب کی روح ایفائے عہد ہی ہے۔ ایفائے عہد کرنے سے ہی زندگی کے معاملات پرسکون طریقہ سے بسر ہوتے ہیں ورنہ زندگی میں خلفشار پیدا ہوجاتا ہے۔ (معارف القرآن۔جلد اول)

۲) دوسری صفت صبر ہے۔صبر کے لغوی معنی باندھنے اور روکنے کے ہیں۔لفظ صابرین استعمال کیا گیا ہے، یہ نصب علی المدح ہے۔ (معارف القرآن۔جلد اول)

اول) عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ۔۔۔۔۔۔ قُلْتُ مَا الْاِيْمَانُ قَالَ الصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ (مشکوۃ)

ترجمہ: عمرو بن عبسہؓ سے روایت ہے کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ ایمان کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان صبر اور سماحت (سخاوت) کا نام ہے۔

دوم) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلصَّبْرُ مِنَ الْاِيْمَانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّاسِ مِنَ الْجَسَدِ (کنز العمال۔۶۵۰۱)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صبر کی

حیثیت ایمان میں ایسی ہے جیسی سر کی حیثیت انسانی جسم میں۔

یہ لوگ تنگ دستی میں، جسمانی بیماری میں اور کفار سے جنگ کے موقعہ پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ صبر یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو شریعت کی نافرمانی سے روک کر رکھے اور جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے ان کو پابندی سے ادا کرتا رہے۔ مصیبت و تکلیف میں جزع و فزع نہ کرے اور نفس کو بے قابو ہونے سے بچائے اور اللہ کے حکم پر راضی رہے۔

سبحان اللہ! ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے نیکی، سچائی اور تقوی کا کیا ہی جامع تصور پیش کیا ہے۔

ب) وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ٥ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ٥ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ٥ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ٥

(آل عمران۔۱۳۳-۱۳۶)

ترجمہ: اور اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف تیزی سے چلو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ وہ ایسے لوگ ہیں

جو خوش حالی اور تنگ دستی دونوں حالتوں میں خیرات کرتے رہتے ہیں، غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکار لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر کوئی ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو معاف کرے؟ جانتے بوجھتے اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا صلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کیا ہی خوب بدلہ ہے نیک اعمال کرنے والوں کا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرمار ہا ہے کہ اس کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑ کر چلو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے جیسی ہے، ان بندوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو متقی ہیں۔ پھر متقین کی درجہ ذیل صفات بیان کی گئی ہیں:

۱) **فراخی اور تنگی میں خرچ کرنا:** متقین کی صفات میں جس صفت کو پہلے بیان کیا گیا ہے وہ اللہ کی راہ میں انفاق ہے۔ یعنی وہ لوگ جو فراخی اور تنگی ہر حال میں اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، زیادہ میں زیادہ، کم میں کم۔ تنگی کی حالت میں بھی خرچ کرتے رہنے سے انفاق کی عادت اور خصلت فنا نہیں ہوتی۔ جس شخص میں انفاق کی صفت ہوگی وہ دوسروں کے حقوق غصب کرنے کی طرف خیال بھی نہیں کرے گا۔ حضرت عائشہؓ نے ایک وقت صرف ایک انگور کا دانہ ہی خیرات میں دے دیا۔ اللہ

کے رسول ﷺ نے فرمایا:

اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشَقِّ تَمْرَةٍ وَرُدُّوالسَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفِ شَاةٍ

ترجمہ: یعنی تم جہنم کی آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ اگرچہ ایک کھجور کا ٹکڑا صدقہ میں دے کر ہی ہو۔ اور سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرو اور کچھ نہ ہو تو بکری کے پاؤں کی کھر ہی دے دو۔

انفاق فی سبیل اللہ میں صرف مالداروں کا ہی حصہ نہیں بلکہ غریب فقیر بھی اس صفت کے حامل ہو سکتے ہیں۔ یُنْفِقُوْنَ یعنی خرچ کرتے ہیں، اس میں صرف مال و دولت کا ذکر نہیں بلکہ ہر خرچ کی جانے والی چیز داخل ہے۔ جیسے کوئی شخص اپنا وقت اور اپنی محنت اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو وہ بھی اس انفاق کی صفت سے موصوف کیا جائے گا۔ (معارف القرآن۔ جلد دوم)

۲) غصہ کو پی جانا: غصہ وہ صفت ہے جو بدلہ لینے یا کسی ناپسندیدہ چیز کو دفعہ کرنے کے لئے ظاہر ہوتی ہے۔ اگر حق کے لئے ہے تو پسندیدہ ہے اور ناحق کے لئے ہے تو بہت برا ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِیْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں ہے جو دوسرے کو پچھاڑے، قوی اور پہلوان دراصل وہ ہے جو غصہ

کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔

عموماً غصہ نفسِ امارہ کی تحریک اور شیطان کے وسوسہ کی وجہ سے آتا ہے۔

ایک شخص کے یہ درخواست کرنے پر کہ مجھے نصیحت کیجئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ مت کرو۔ بار بار اصرار کرنے پر آپ ﷺ یہی کہتے رہے کہ غصہ مت کرو۔ (بخاری)

مزید آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ ایمان کو اس طرح خراب کرتا ہے کہ جیسے یلوا شہد کو خراب کرتا ہے۔ (شعب الایمان)

جو اپنے غصہ کو روکے گا اللہ تعالیٰ بھی اپنا غصہ اس سے روکے رکھے گا۔ سب سے افضل گھونٹ جو کوئی بندہ پیتا ہے وہ اللہ کے لئے غصہ کو پی جانا ہے۔ (احمد)

غصہ میں آدمی کی عقل قابو میں نہیں رہتی۔ پتہ نہیں وہ کیا کچھ کر گزرے گا۔

۳) لوگوں کو معاف کرنا: ان متقین کی دوسری صفت یہ ہے کہ نہ صرف وہ اپنے غصہ کو پی جاتے ہیں بلکہ ظالموں کے قصور بھی معاف کر دیتے ہیں اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں بلکہ بھلائی سے دیتے ہیں۔ ایسے ہی نیکوکار لوگوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مُوْسَی ابْنُ عِمْرَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَارَبِّ مَنْ اَعَزُّ عِبَادِكَ عِنْدَكَ قَالَ مَنْ اِذَا قَدَرَ غَفَرَ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ بن عمرانؑ نے پوچھا کہ اے میرے رب تیرے بندوں میں سب سے عزت

والا کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو (بدلہ لینے کی) قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دے۔

حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا کہ جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر کوئی حق ہو وہ کھڑا ہو جائے تو اس وقت وہ لوگ کھڑے ہوں گے جنھوں نے لوگوں کے ظلم وجور کو دنیا میں معاف کیا ہوگا۔ اور ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ جنت میں اس کے اونچے محلات ہوں اور اس کے درجات بلند ہوں تو اس کو چاہیئے کہ جنھوں نے اس پر ظلم کیا ہے ان کو معاف کر دے، جنھوں نے اس کو نہیں دیا ہے ان کو عطا کرے، جنھوں نے ترکِ تعلق کیا ہے ان سے تعلق پیدا کرے۔

حضور اکرم ﷺ کی شان تو بڑی ہے، آپ کی تعلیمات کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے یہ اخلاق صحابہ، تابعین اور اسلاف میں پیدا فرما دئے تھے۔

امام زین العابدینؒ کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ کی باندی آپ کو وضوء کرا رہی تھی کہ اچانک برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر پورا پانی حضرت پر گرا تو آپ کو غصہ آ گیا۔ اس باندی نے یہ آیت پڑھی: ”وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظ“ (غصہ کو پینے والے) تو آپ نے فرمایا میں نے غصہ کو پی لیا۔ پھر اس نے یہ پڑھا: ”وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ“ (لوگوں کے قصور کو معاف کرنے والے) تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تجھے معاف کر دیا۔ ہوشیار باندی نے آیت کا آخری فقرہ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (اور

اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں) پڑھا۔ تو امام زین العابدینؒ نے فرمایا جا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔

ایک شخص نے بھرے بازار میں امام اعظم ابوحنیفہؒ سے گستاخی کی اور گالیاں دیں۔ آپ نے غصہ کو ضبط کیا اور ایک خوان میں درہم و دینار رکھ کر اس شخص کے گھر تشریف لے گئے اور اس کے دروازے پر دستک دی۔ وہ شخص باہر آیا تو آپ نے وہ خوان پیش کیا اور کہا کہ تم نے مجھ پر احسان کیا کہ اپنی نیکیاں مجھے دیں اس کے بدلہ میں میں یہ تحفہ پیش کر رہا ہوں۔ امام صاحب کے سلوک سے اس کے قلب پر وہ اثر ہوا کہ اس نے ہمیشہ کے لئے بری خصلت سے توبہ کی اور آپ سے معافی مانگی۔ آپ کی صحبت اختیار کر کے آپ کے شاگردوں میں شامل ہو گیا۔ (معارف القرآن۔ جلد دوم)

۴) **توبہ واستغفار:** انسان ہونے کی وجہ سے غفلت اور بھول سے جب کبھی ان سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اسی سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ جانتے بوجھتے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے۔ متقی لوگ وہ نہیں ہیں جن سے کوئی گناہ ہی نہیں ہوتا بلکہ بشری تقاضہ سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے یا ظلم و زیادتی ہو جاتی ہے تو فوراً اللہ کو یاد کر کے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

عَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَآیُّھَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ فَاِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْہِ فِی الْیَوْمِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ (مسلم)

ترجمہ: حضرت اغرالمزنیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ کے حضور توبہ کرو میں دن میں سوسو مرتبہ اس کے حضور توبہ کرتا ہوں۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ كُلُّ بَنِىْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّآئِيْنَ التَّوَّابُوْنَ

(ترمذی، ابنِ ماجہ، دارمی)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمام انسان خطا کرنے والے ہیں (سوائے انبیائے کرامؑ کے کہ وہ معصوم ہیں)۔ بہترین خطا کرنے والے وہ ہیں جو اللہ کے حضور توبہ کرنے والے ہیں۔

توبہ اور استغفار عبدیت کے اونچے مقامات میں سے ہے۔ توبہ اور استغفار کے شرائط یہ ہیں کہ بندہ اپنے گناہ اور قصور پر نادم ہو، فوراً اس کو ترک کر دے، آئندہ نہ کرنے کا عزم کرلے اور جہاں تک ممکن ہو اللہ کے اور بندوں کے حقوق کی تلافی کرے۔

(معارف القرآن۔ جلد دوم)

ج) وَالَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزَآؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ○ (الزمر۔۳۳،۳۴)

ترجمہ: اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور جنہوں نے اس سچی بات کی تصدیق کی یہی لوگ متقی ہیں۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ہوگی جس کو وہ چاہیں گے یہ بدلہ ہے نیکی کرنے والوں کا۔

صدق سے مراد وہ تمام تعلیمات ہیں جو انبیائے کرامؑ اللہ کی طرف سے

لے کر آئے تھے۔اس صدق کے لانے والے انبیائے کرامؑ ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے ایمان والے ہیں۔ان لوگوں کو متقی کہا گیا ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیمات کی دل سے تصدیق کرنے والے ہیں اور ایسے متقی لوگوں کے لئے ان کے رب کے پاس جو وہ چاہیں سب کچھ ہے۔ (کشف الرحمٰن)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں متقین کی تمام صفات پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۵) مبحث پنجم

(انکار کرنے والے دوگروہ - کفار اور منافقین)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَ اَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ o خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ وَعَلٰٓی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ وَّلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌo (البقرہ۔۶،۷)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: بیشک جنہوں نے انکار کیا ان کے حق میں برابر ہے چاہے آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

سورۂ بقرہ کی ابتدائی پانچ آیات میں ہدایت یافتہ گروہ کے صفات اور انجام بیان کر کے اگلی دو آیات میں ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے اس ہدایت کو ماننے سے کھل کر انکار کیا وہ کس حالت میں ہیں اور ان کا کیا انجام ہونے والا ہے۔

کفر کے معنی:

کفر کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا بنیادی

نقش تو ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ انبیائے کرامؑ اسی کی یاد دلاتے ہیں۔ انسان اپنی اس فطرت کو دبا کر خدائی ہدایت کو قبول نہیں کرتا۔ اس طرح کفر کا لفظ انکار کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ شرعی اصطلاح میں اللہ کے رسول ﷺ جو تعلیمات پیش کررہے ہیں ان میں سے کسی ایک بات کا جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہے انکار آدمی کو کافر بنا دیتا ہے۔

کُفار کے دو گروہ:

۱) **کھلے کُفار:** وہ لوگ جن کے دلوں میں انکار تھا اور کھل کر اپنے کفر کا اظہار کرتے تھے۔

۲) **منافقین:** وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان نہیں تھا محض ظاہری طور پر ایمان کا اظہار کرتے تھے۔ سورۂ بقرہ کے دوسرے رکوع کی تیرہ (۱۳) آیتوں میں ان کا تذکرہ آیا ہے۔

اِنذار کے معنی:

اِنذار کے معنی ایسی خبر دینا جس سے خوف پیدا ہو اور اِبشار کے معنی ایسی خبر دینا جس سے سرور پیدا ہو۔ مطلق ڈرانے کو اِنذار نہیں کہتے بلکہ شفقت اور محبت کی بناء پر برے انجام سے خبردار کرنے کو انذار کہتے ہیں۔ انبیائے کرامؑ نذیر اور بشیر بنا کر بھیجے جاتے ہیں۔ چور، ڈاکو اور ظالم جو ڈراتے ہیں وہ انذار نہیں کہلاتا۔ انبیائے کرامؑ

انسانوں سے شفقت اور محبت کی بناء پر اللہ کے خوف اور اس کے عذاب سے ڈراتے ہیں اور اللہ کی رحمت اور جنت کی خوش خبری دیتے ہیں اس لئے نذیر و بشیر کہلاتے ہیں۔

(معارف القرآن۔جلد اول)

نصیحت ناصح کے لئے ہر حال میں مفید ہے:

یہ جو فرمایا گیا کہ آپ ڈرائیں یا نہ ڈرائیں ان کے حق میں برابر ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ان کو تبلیغ کرنا چھوڑ دیں کیونکہ آپ کو تو تبلیغ کا اجر و ثواب ملے گا اور تبلیغی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو سکیں گے۔اس لئے یوں فرمایا کہ ڈرانا یا نہ ڈرانا ان کے حق میں برابر ہے یوں نہیں فرمایا کہ آپ کے حق میں برابر ہے۔

(معارف القرآن۔جلد اول)

مُہر لگنا:

شروع کی پانچ آیات میں جو ہدایت کی شرائط اللہ نے بیان کئے ہیں ان سب کو یا ان میں سے کسی ایک کو قبول کرنے سے انکار کرنے پر مہر لگ جاتی ہے۔اللہ نے مہر لگا دی اس لئے انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا یہ مطلب نہیں بلکہ انہوں نے ہدایت کے اصولوں کا انکار کر کے اپنے لئے گمراہی کا راستہ اختیار کیا تو مشیتِ الٰہی کے تحت ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی گئی اور آنکھوں پر پردہ پڑ گیا۔دنیا میں جو بھی اچھا اور برا ہوتا ہے وہ سب مشیتِ الٰہی کے تحت ہی ہوتا ہے۔اس لئے مہر لگانے کو اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ ایمان اور نیکی سے خوش ہوتا ہے اور کفر

اور بدی سے ناراض ہوتا ہے۔ کفر کا راستہ اختیار کرنے والوں کو ان کے کفر کی سزا یہ دی گئی کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی کہ نہ حق بات اندر جاسکتی ہے اور نہ باطل باہر نکل سکتا ہے اور ان کے کان حق کے سننے سے بہرے ہو گئے اور ان کی آنکھیں حق کو دیکھنے سے اندھی ہو گئیں۔ گناہوں کی اصل سزا تو آخرت میں ہو گی لیکن اس کے کچھ اثرات دنیا کی زندگی میں ہوتے ہیں۔ تمام اثرات میں سب سے خطرناک سزا یہ ہے کہ اس سے ہدایت کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ یہ تو دنیا کی نقد سزا ہے اور آخرت میں ان کے لئے عذابِ عظیم ہے۔

منافقین:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ o يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ o فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ o وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْآ اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ o اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ o وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَاءُ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ o وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْآ اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْآ اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ o اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ o اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ o مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ

نَارًا فَلَمَّآ اَضَآءَ تْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ o صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ o اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللّٰهُ مُحِیْطٌۢ بِالْكٰفِرِیْنَ o یَكَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِیْهِ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَیْهِمْ قَامُوْا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ o (البقرہ۔۲۰-۸)

ترجمہ: لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور وہ ہرگز ایمان والے نہیں ہیں۔ دھوکہ بازی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے اور اصل میں وہ کسی کو دھوکہ نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو لیکن اس کا شعور نہیں رکھتے۔ ان لوگوں کے دلوں میں مرض ہے پھر اللہ نے ان کے مرض کو بڑھا دیا ان کے لئے دردناک عذاب ہے اس لئے کہ یہ جھوٹ کہتے تھے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو بس اصلاح کرنے والے ہیں۔ سنو وہی لوگ فساد کرنے والے ہیں لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی اس طرح ایمان لاؤ جس طرح سب لوگ ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح یہ بے وقوف ایمان لائے ہیں؟ یاد رکھو کہ یہی لوگ بے وقوف ہیں لیکن جانتے نہیں اور جب یہ لوگ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب اپنے شیاطین (سرداروں) کے

پاس تنہاء ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف مذاق کیا کرتے ہیں۔ اللہ ان کو مذاق کا بدلہ دیتا ہے اور ان کو سرکشی میں بڑھاتا ہے اور وہ اپنی سرکشی میں حیران ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ گمراہی خرید لی پس ان کی تجارت ان کے لئے نفع بخش نہ ہوئی اور نہ یہ لوگ صحیح راستہ پانے والے ہوئے۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک گروہ نے آگ جلائی پھر جب آگ نے اس کے ماحول کو روشن کر دیا تو اللہ نے ان کی روشنی کو زائل کر دیا اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا اور یہ کچھ نہیں دیکھتے۔ بہرے، گونگے، اندھے ہیں اور یہ (گمراہی سے) نہیں لوٹیں گے یا ان کی مثال ایسی ہے کہ آسمان سے بہت زور کی بارش ہو رہی ہے جس میں اندھیریاں، کڑک اور چمک ہے۔ یہ لوگ کڑک کے مارے موت کے ڈر سے اپنی انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ قریب ہے کہ بجلی کی چمک ان کی بینائی کو اچک لے۔ جہاں ذرا بجلی چمکی تو اس میں چلتے ہیں اور جب اندھیرا چھا جاتا ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کے کان اور آنکھوں کو سلب کر لیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

نَفَقَ اس سرنگ کو کہتے ہیں جس کے دو دہانے ہوں اور نافقاء جنگلی چوہے کے بل کو کہتے ہیں جس میں وہ ایک طرف سے داخل ہوتا ہے اور دوسری طرف سے نکل جاتا ہے۔ اسی سے نفاق ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں ''دین میں ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکل جانا''۔ حضور اکرم ﷺ جب مکہ معظّمہ میں

رہے اسلام کو اقتدار حاصل نہ ہوا تھا اور مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کررہے تھے۔اس لئے وہاں صرف دو ہی جماعتیں تھیں مسلمان اور کافر۔لیکن آپ کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد اسلام کو غلبہ اور اقتدار حاصل ہونے لگا اور مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہونے لگیں تو ان حالات میں ایک تیسرا گروہ نمودار ہوا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو اسلام کی حقانیت پر اعتقاد نہ تھا۔تاہم اتنی جرات بھی نہ تھی کہ اس بڑھتی ہوئی طاقت کے مقابل بن کر میدان میں آئیں۔انہوں نے یہ پالیسی اختیار کی کہ بظاہر مسلمانوں میں شامل رہیں اور در پردہ کافروں سے ساز باز رکھیں۔

تصدیق واقرار ایمان کے دو رکن ہیں اگر دونوں موجود ہیں تو وہ صاحبِ ایمان ہے اور اگر دونوں موجود نہیں ہیں تو کھلا کافر ہے۔اگر صرف زبانی اقرار ہے اور دلی تصدیق نہیں ہے تو یہ منافق ہے۔اس لئے فرمایا گیا کہ ان کے دلوں میں مرض ہے یعنی کفر کا مرض ہے۔یہ گروہ ایمان والوں کے لئے سب سے خطرناک ثابت ہوا کیونکہ ایمان والوں کے ساتھ رہتا تھا اور ان کے اندر شک اور ضعف پیدا کرنے کی کوشش کرتا تھا۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ۝ (التوبہ۔٧٣)

ترجمہ: اے نبی آپ کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کیجئے اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آیئے۔ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

منافقین کی سزا کفار سے سخت ہے۔اسی لئے فرمایا گیا:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًاO

(النساء۔۱۴۵)

ترجمہ: بے شک منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور آپ ان کے لئے ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے۔

جن کے دل میں ایمان نہیں تھا محض ایمان کا زبانی دعویٰ کیا کرتے تھے تو ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ ہرگز ایمان والے نہیں ہیں۔اپنے زبانی دعوؤں سے اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے تھے مگر اللہ کو تو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ان کی حقیقت سے باخبر کر دیا۔یہ اپنے دھوکہ اور فریب کا خود شکار ہو گئے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مرضِ نفاق کو بڑھا دیا اور ان کے لئے دردناک عذاب کی سزا مقرر کر دی۔''مرض''اس نفسیاتی کیفیت کو کہا جاتا ہے کہ جس سے انسان دنیا میں ہر خیر و بھلائی سے محروم ہو جاتا ہے اور آخرت میں دردناک عذاب میں گرفتار رہوتا ہے۔ان کا مرض دل میں کفر رکھ کر بظاہر ایمان کا اظہار کرنا تھا، جو صریح جھوٹ تھا۔اس طرح سے جھوٹ کہہ کر وہ اپنے آپ کو''صلح کل''کے داعی کہتے تھے۔قرآن نے ان کے اس رویہ کو فساد سے تعبیر کیا۔قرآن نے ایمان کا معیار یہ رکھا کہ ''اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ'' [جس طرح سب لوگ (صحابہ کرامؓ) ایمان لائے ہیں تم ایمان لاؤ]۔اس جگہ الناس سے مراد بالاتفاق صحابہ کرامؓ ہیں۔

صحابہ کرامؓ کا ایمان ایک کسوٹی ہے۔جنہوں نے صحابہ کرامؓ کو بیوقوف کہا تھا اللہ نے ان کو بے وقوف اور بے شعور قرار دیا۔ان کی دورخی پالیسی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایمان والوں سے مل کر اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور جب تنہائی میں اپنے سرداروں (شیاطین) کے پاس جاتے ہیں تو ان کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ہم ایمان والوں سے صرف مذاق کرتے ہیں۔شیاطین یہاں کفر ونفاق کے سرداروں کو کہا گیا ہے۔معلوم ہو کہ شیاطین انس میں بھی ہوتے ہیں اور جنّ میں بھی ہوتے ہیں۔شیاطین الجنّ سے نمٹنا آسان ہے لیکن انسانی شیاطین کی پہچان اوران سے نمٹنا دشوار ہے۔مولانا رومؒ نے اس حقیقت کا کیا خوب اظہار فرمایا ہے:۔

بسا کہ ابلیس بصورتِ آدم است　　　پس بہر دست نہ باید داد دست

(بہت سے ابلیس انسانی شکل میں پھیلے ہوئے ہیں پس ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ مت دو)

ایمان والوں سے جو مذاق کررہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں ان کے استہزاء کا سامان کررہا ہے اوران کی گمراہی میں ڈھیل دیتا ہے اور یہ اپنی سرکشی میں حیران ہیں۔انہوں نے بڑے گھاٹے کا سودا کیا کہ ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی۔دو مثالیں دی گئیں ایک جو اپنے قول میں پختہ تھے تو اللہ نے ان کا نور زائل کردیا،ان کو حق سے اندھا،بہرا،گونگا بنا کے چھوڑ دیا۔دوسرے منافقین وہ تھے جو بظاہر کبھی حقیقت کا اظہار بھی کرتے لیکن دنیاوی اغراض اور نفسانی خواہشات انہیں حق سے روک دیتیں۔

نبی ﷺ کے دور کے بعد نفاق کی پہچان:

چونکہ منافقین کے دل میں کفر تھا اور بظاہر ایمان کا اظہار کیا کرتے تھے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے نبی ﷺ کو ان کے حال سے آگاہ کردیا۔اب کسی کے دل کا حال اس وقت تک معلوم نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے قول وفعل سے اظہار نہ کرے۔جو شخص بھی اسلام کا دعویٰ کرتا ہے اگر وہ اسلام کے قطعی عقائد اور اعمال کی خلاف ورزی کرتا ہے یا اس کا مذاق اڑاتا ہے یا تحریف کرتا ہے تو منافق سمجھا جائے گا اور اس کی تکفیر کی جائے گی۔

ایک شبہ کا ازالہ:

حدیث وفقہ کا یہ اصول مشہور ہے کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔اہلِ قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریاتِ دین کے منکر نہیں ہیں۔جو شخص بھی قرآن واحادیث کی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت باتوں میں سے کسی ایک بات کا انکار کرے گا یا اس کا مذاق کرے گا یا توہین کرے گا تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔افسوس کہ اسلام کا دعویٰ کرنے والوں میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جس کی وجہ سے مسلمانوں کے اندر تفرقہ اور انتشار پیدا ہوتا رہتا ہے۔ (جواہر الفقہ)

جھوٹ ایک گناہِ کبیرہ ہے:

منافقین کے عذابِ الیم کی وجہ یہ بتائی گئی کہ وہ جھوٹ بولا کرتے ہیں۔اس

سے معلوم ہوا کہ جھوٹ سارے برائیوں کی جڑ ہے۔جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلَیْکُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ یَھْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّیَھْدِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَمَایَزَالُ الرَّجُلُ یَصْدُقُ وَیَتَحَرَّی الصِّدْقَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ صِدِّیْقًا وَاِیَّاکُمْ وَالْکَذِبَ فَاِنَّ الْکَذِبَ یَھْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَکْذِبُ وَیَتَحَرَّی الْکِذْبَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّابًا (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سچ کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک شخص ہمیشہ سچ کہتا ہے اور سچائی ہی کو اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے پاس صدیق لکھا جاتا ہے۔بچو تم جھوٹ سے کیونکہ جھوٹ فسق وفجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق وفجور جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور ایک شخص جھوٹ کہتا ہے اور ہمیشہ جھوٹ ہی کو اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک بڑا جھوٹا لکھا جاتا ہے۔

انبیاءؑ واولیاء کے ساتھ برا سلوک کرنا:

منافقین اللہ کے رسول اور صحابہ کرامؓ کو دھوکہ دینے کے لئے جھوٹ کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کسی نبی یا ولی سے برا سلوک کرتا ہے دراصل وہ اللہ کے

ساتھ ہی برا معاملہ کرتا ہے۔ جس کا انجام نہایت خطرناک ہوگا۔ جیسا کہ حدیثِ قدسی میں آیا ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی کو ایذا پہونچاتا ہے تو میں اس کے ساتھ اپنی لڑائی کا اعلان کرتا ہوں۔

اصلاح اور فساد کی تعریف:

منافقین اپنے نفاق کے ذریعہ سے فساد پھیلاتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ وہ اصلاح کررہے ہیں، یہ ان کی بے شعوری تھی۔ صفتِ نفاق کی وجہ سے منافقین کے اندر جھوٹ، دغا، فریب اور بے ایمانی، خدا سے بے خوفی اور آخرت کے حساب کتاب سے بے فکری یہ صفات پیدا ہوجاتی ہیں۔ ایسے صفات رکھنے والوں سے صلاح کی امید ہرگز نہیں کی جاسکتی بلکہ فساد ہی جنم لیتا ہے۔

نفاقِ عملی:

جو شخص باطنی طور پر اسلامی عقائد کا معتقد ہو مگر اس سے اعمال میں تقصیر ہوتی ہو تو اس کو عملی منافق کہا جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ ایمان کے جس درجے پر تھے تھوڑے سے ظاہر اور باطن کے اختلاف پر بھی پریشان ہوجاتے تھے اور اپنے آپ کو منافق تصور

کرنے لگتے تھے۔ یہ دراصل صفتِ احسان کا خاصّہ تھا جو تھوڑی سی بھی دورنگی کو برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ حضرت حنظلہؓ کا اپنے آپ کو منافق کہنا اسی قبیل سے ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ ما مضی من مؤمن قط ولا یبقی الا وھو من النفاق غیر اٰمن وما مضی منافق قط ولا یبقی الا وھو من النفاق اٰمن (کوئی ایمان والا جو گزرا یا موجود ہے ایسا نہیں ہے جو نفاق سے اپنے آپ کو مامون سمجھتا ہو اور کوئی منافق جو گزرا یا موجود ہے ایسا نہیں کہ جو نفاق سے بے خطر نہ ہو)۔ ہمارے زمانے میں مرضِ نفاق اتنا عام اور ہمہ گیر ہو گیا ہے کہ اس کا احساس بھی بہت کم ہی لوگوں کو ہوتا ہے۔ حسن بصریؒ جو خیر التابعین ہیں وہ فرماتے ہیں کہ منافقین کی شناخت کے لئے اللہ تعالیٰ ایک دُم پیدا کردیں تو اتنے دُم والے بھر جائیں گے کہ راستہ چلنا دشوار ہو جائے گا۔ شہروں کی رونق اور چہل پہل تو سب منافقین کی وجہ سے ہے۔ جب خیر القرون میں نفاق اتنا عام تھا تو ہمارے زمانہ میں کتنا عام ہو گیا ہو گا؟ ایک شخص کسی سے ملتا ہے تو مسکرا کر کہتا ہے کہ آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ امام غزالیؒ نے اس کا تجزیہ کر کے فرمایا کہ یہ خوامخواہ جھوٹ بول رہا ہے، ریا کاری کررہا ہے، دکھاوا کررہا ہے۔ ہرگز اس کو خوشی نہیں ہوئی ہے بلکہ اس کا دل اس ملاقات پر افسوس اور ملامت کررہا ہے۔ (احیاء العلوم)

عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ اَدْرَکْتُ ثَلَاثِیْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم کُلُّھُمْ یَخَافُ النِّفَاقَ عَلٰی نَفْسِہٖ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابنِ ابوملیکہؒ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے تیس اصحابؓ سے میری ملاقات ہوئی سب کو اپنے نفس پر نفاق کا خطرہ لگا رہتا تھا۔

ان میں سے کوئی یہ نہ کہتا تھا کہ ہمارا ایمان حضرت جبریلؑ، حضرت میکائیلؑ کے ایمانوں کی طرح خطرۂ نفاق سے مامون ہے۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ان کو اپنے نفس کے متعلق ہمیشہ نفاق کا خطرہ لگا رہتا تھا! امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ کون سا ایمان والا ایسا ہے کہ جس کو اپنے ایمان کے متعلق نفاق کا خطرہ نہ گزرتا ہو؟ (جامع العلوم)

وہ اعمال جنہیں احادیث میں نفاق کی علامات کہا گیا ہے:

۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَرْبَعٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا ائْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چار باتیں جس میں ہوں وہ پورا منافق ہے اور جس میں کوئی ایک بات پائی جاتی ہے تو اس میں نفاق کی ایک خصلت موجود ہے یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے۔
۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ ۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ ۳) جب کوئی قول وقرار کرے تو اس کے خلاف کرے اور ۴) جب جھگڑے تو گالیاں بکنے لگے۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ علامتیں رکھنے والا اگرچہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کیوں نہ کرے، منافق ہے۔

۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ذَا الْوَجْهَیْنِ الَّذِیْ یَاْتِیْ هٰٓؤُلَآءِ بِوَجْهٍ وَهٰٓؤُلَآءِ بِوَجْهٍ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن بدترین شخص تم اس کو پاؤ گے جو دو رخا ہو۔ ان کے پاس جائے تو ان کی سی باتیں بنائے اور ان کے پاس جائے تو ان کی سی باتیں بنائے۔

۳) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰی هٰذِهِ الْاُمَّةِ کُلَّ مُنَافِقٍ یَتَکَلَّمُ بِالْحِکْمَةِ وَیَعْمَلُ بِالْجَوْرِ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس امت پر خطرہ ہے تو صرف اس منافق کا ہے جو بڑی حکمت کی باتیں کرتا ہے اور کام سب ظلم کے کرتا ہے۔

۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَغْزُوْا وَلَمْ یُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِنْ نِّفَاقٍ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مرگیا نہ اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور نہ جہاد کا ارادہ کیا تو وہ نفاق کے ایک شعبہ پر مرا۔

۵) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اَلْحَیَاءُ وَالْعِیُّ شُعْبَتَانِ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْبَذَاءُ وَالْبَیَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حیاء اور درماندگی ایمان کے دوشعبے ہیں اور بدزبانی اور زبان آوری نفاق کے دوشعبے ہیں۔

نفاق کے بہت سے اعمال میں یہ چند اعمال آپ کے سامنے گنائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کفر اور نفاق سے بچائے اور صحیح ایمان نصیب فرمائے اور مرتے دم تک اس پر قائم رکھے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(٦) مبحث ششم (تمام انسانوں کو اللہ کی بندگی کی دعوت)

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ o بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ o الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّکُمۡ فَلَا تَجۡعَلُوۡا لِلّٰہِ اَنۡدَادًا وَّاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ o وَاِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ o فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ o وَبَشِّرِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ کُلَّمَا رُزِقُوۡا مِنۡهَا مِنۡ ثَمَرَةٍ رِّزۡقًا قَالُوۡا هٰذَا الَّذِیۡ رُزِقۡنَا مِنۡ قَبۡلُ وَاُتُوۡا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمۡ فِیۡهَاۤ اَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ o اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسۡتَحۡیٖۤ اَنۡ یَّضۡرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوۡضَةً فَمَا فَوۡقَهَا فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فَیَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ وَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَیَقُوۡلُوۡنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِهٰذَا مَثَلًا یُضِلُّ بِهٖ کَثِیۡرًا وَّیَهۡدِیۡ بِهٖ کَثِیۡرًا وَمَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الۡفٰسِقِیۡنَ o الَّذِیۡنَ یَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ اللّٰہِ مِنۡ بَعۡدِ مِیۡثَاقِهٖ وَیَقۡطَعُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰہُ بِهٖۤ اَنۡ یُّوۡصَلَ وَیُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ o کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَکُنۡتُمۡ

اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ o هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ o (البقرہ۔۲۹-۲۱)

صدق اللّٰه العظیم وصدق رسوله الکریم ونحن علٰی ذٰلك من الشهدین والشکرین۔

ترجمہ: اے انسانو اپنے رب کی بندگی کرو جس نے تم سب کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم عذاب سے بچ جاؤ۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی نازل کیا پھر تمہارے کھانے کے لئے اس پانی کے ذریعہ سے پھل پیدا کئے۔ پس تم جانتے بوجھتے اللہ تعالیٰ کے ہمسر مت ٹھہراؤ۔ اگر تمہیں اس کتاب کی نسبت شک ہے جو ہم نے بندہ پر نازل کی ہے تو تم اس جیسی ایک سورۃ ہی بنا کر لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو بلاؤ اگر تم سچے ہو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا اور تم ہرگز ایسا نہ کرسکو گے تو بچو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے جو انکار کرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ (اے نبی) آپ بشارت دیجئے ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں اور اعمالِ صالح کرتے ہیں ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جب انہیں کھانے کے لئے پھل دیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو پہلے دیا گیا تھا اور ان کو ایک دوسرے سے مشابہ پھل دئے جائیں گے۔ اور وہاں ان

کے لئے پاکیزہ عورتیں ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بے شک اللہ اس بات سے نہیں شرماتا کہ کوئی مثال مچھر کی یا اس چیز کی جو اس سے بڑھ کر ہے پیش کرے۔ پس جو لوگ ایمان والے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ مثال ان کے رب کی طرف سے بالکل حق ہے اور جو لوگ منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ اس مثال سے کیا ارادہ رکھتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اس مثال سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے۔ اور گمراہ نہیں کرتا مگر انہیں لوگوں کو جو فاسق ہیں۔ جو اللہ کے عہد کو مضبوطی سے باندھنے کے بعد توڑتے ہیں اور ان تعلقات کو توڑتے ہیں جن کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔ کس طرح تم اللہ سے کفر کرتے ہو؟ تم بے جان تھے اللہ نے تم کو زندہ کیا پھر تم کو موت دے گا پھر تم کو زندہ کرے گا پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ وہی ہے جس نے زمین کی ساری چیزیں تمہارے نفع کے لئے پیدا کیں اور آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور اس نے سات آسمان ٹھیک کر دئے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اس رکوع کی پہلی دو آیات میں اللہ کے خالق اور رب ہونے کو بیان کر کے سارے انسانوں کو اس کی بندگی کی دعوت دی گئی ہے۔ ۲۳، ۲۴ اور ۲۵ آیات میں قرآنِ مجید کو نبی ﷺ کی رسالت کی دلیل کی حیثیت سے پیش کر کے ماننے والوں اور انکار کرنے والوں کا انجام بیان کیا گیا ہے۔ آیت نمبر ۲۶ اور ۲۷ میں ان کے اس

اعتراض کہ اللہ کے کلام میں حقیر چیزوں کا ذکر ہے، کا رد کر کے یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کس کو ہدایت دیتے ہیں اور کس کو گمراہ کرتے ہیں۔ آخری دو آیتوں میں اللہ کے احسانات اور انعامات کا ذکر کر کے تعجب کا اظہار کیا گیا ہے کہ انسان کس طرح اللہ تعالیٰ سے کفر کرتا ہے!

سورۂ بقرہ کی ابتدائی بیس آیات میں ہدایت قبول کرنے اور نہ کرنے کی بنیاد پر انسانوں کو تین گروہ میں بانٹ دیا گیا۔ ۱) مومنین، ۲) کفار اور ۳) منافقین۔ تینوں ہی گروہوں کو یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ (اے لوگو) سے خطاب کر کے اللہ کی بندگی کی دعوت دی جارہی ہے۔ دعوت اس انداز سے دی جارہی ہے کہ اس کے اندر دلیل بھی موجود ہے، فرمایا گیا کہ اپنے رب کی عبادت کرو جو تم سب کا خالق ہے۔ لفظ رب کے انتخاب میں دلیل بھی آگئی کہ عبادت کی مستحق وہی ذات ہے جو تمہاری پرورش کررہی ہے۔ رب وہ ہے جو کسی چیز کی پرورش اور تربیت کرتے ہوئے اسے حدِ کمال تک پہنچائے۔

عبادت کے معنی اپنی پوری طاقت مکمل فرماں برداری میں صرف کرنا اور خوف وعظمت کے پیشِ نظر نافرمانی سے دور رہنا ہے۔ اللہ کے رب ہونے اور خالق ہونے کو بطورِ دلیل کے پیش کر کے سارے انسانوں کو ایک اللہ کی بندگی کی دعوت دی گئی ہے۔ ایک عام انسان بھی یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ خود بخود نہیں پیدا ہوا ہے بلکہ کوئی ذات ہے جو اس کی خالق ہے اور اس کی پرورش کررہی ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جو سارے انسانوں کا خالق اور ان کا رب ہے۔ اسی کی بنیاد پر سارے انسانوں کو ایک

اللہ کی بندگی کی دعوت دی جارہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین کا فرش بچھایا، آسمان کی چھت بنائی اور آسمان سے پانی نازل کررہا ہے اور اس پانی کے ذریعہ سے انسانوں کے لئے غذا پیدا کررہا ہے۔ انسان زمین کو کھود کر، ہل چلا کر بیج ہی ڈال سکتا ہے۔ اس بیج کو پودہ بنا کر نکالنے والی ذات کونسی ہے؟ ان پودوں کو درخت بنانے والی اور درختوں پر پھل پھول پیدا کرنے والی ذات کس کی ہے؟ کیا اللہ کے سوا کوئی اور ذات ہے؟ بارش کا نظام بھی صرف اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اللہ چاہے تو ہی بارش ہوگی ورنہ انسان پانی کے قطرہ کو ترستا رہ جائے گا۔ ان دو آیات میں جو بات بیان کی گئی ہے وہ یہ کہ انسان کا وجود، اس کی بود باش اور اس زمین پر اس کی بقاء بلا شرکتِ غیر سب اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم اور حکم و قدرت کا نتیجہ ہے۔ ایک عام عقل کا انسان بھی اتنی بات سمجھ سکتا ہے۔ اسی نتیجہ کا احساس دلا کر ایک اللہ کی بندگی کی دعوت اور شرک سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (معارف القرآن۔ جلد اول)

تمام انبیائے کرامؑ اور حضور اکرم ﷺ کی دعوت ہر طرح کے شرک سے بچ کر ایک اللہ کی بندگی کی دعوت ہے۔ نبی ﷺ کی رسالت کی سب سے بڑی دلیل قرآنِ مجید ہے۔ قرآنِ مجید آپ ﷺ کا ایسا معجزہ ہے جو قیامت تک رہنے والا ہے۔ قرآنِ کریم اللہ کا کلام ہے جو سب سے بڑے فرشتے جبرئیلؑ کے ذریعہ نبی ﷺ کے قلب پر ۲۳ سال کی مدت میں نازل کیا گیا ہے۔

معجزۂ نبوی ﷺ کی خصوصیت:

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ نَبِیٌّ اِلَّا اُعْطِیَ مِنَ الْاٰیَاتِ مَا مِثْلُه، اٰمَنَ عَلَیْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا کَانَ الَّذِیْ اُوْتِیْتُه، وَحْیًا اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلَیَّ فَاَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَهُمْ تَابِعًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاءؑ میں سے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کو معجزات عطا نہ کئے گئے ہوں جس کے مناسب لوگ ان پر ایمان لائے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی ہے جو اللہ نے مجھ پر نازل کی ہے اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن تمام انبیاءؑ سے زیادہ لوگ میری ہی اتباع کرنے والے ہوں گے۔

تمام انبیائے کرامؑ کے معجزات انہی کے ساتھ ختم ہوگئے مگر ہمارے نبی ﷺ کا معجزہ، قرآنِ کریم، اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفت ہے جس پر کبھی فناء نہیں آسکتی۔ ایک دائمی معجزہ ہے۔ قرآن اللہ کے رسول ﷺ کا کلام نہیں ہے۔ رسول ﷺ کا کلام احادیثِ رسول ﷺ کی صورت میں جمع کیا ہوا موجود ہے۔ کلام اللہ اور کلامِ رسول ﷺ میں بیّن فرق موجود ہے۔ سورۂ حاقہ میں فرمایا گیا:

تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ○ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ○ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ ○ فَمَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ ○

(الحاقہ۔۴۷۔۴۳)

ترجمہ: یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ یہ نبی اگر ہمارے ذمہ گھڑ کر کوئی بات لگاتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے پھر تم میں سے کوئی ہمیں اس کام سے روکنے والا نہ ہوتا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ نبی ﷺ اُمّی تھے یعنی آپ نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا۔ چالیس سال کی عمر میں جب آپ کو نبوت ملی اور آپ پر قرآن نازل ہونا شروع ہوا تو آپ نے اس قرآن کو پیش کر کے دعوت دی۔ نبی ﷺ پر آپ کے مخالف لوگ شاعر، کاہن، ساحر، مجنون سب الزامات لگاتے رہے تو اللہ کی طرف سے یہ معجزہ (قرآنِ مجید) پیش کر کے سارے انسانوں اور جنوں کو چالینج دیا گیا کہ اگر تمہیں اس بات میں شک ہے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے تو اس کے مثل ایک چھوٹی سی سورۃ بنا کر لاؤ اور پھر اس کام کے لئے تم اللہ کے سوا اپنے تمام (جِنّ وانس میں سے) مددگاروں کو بلالو۔ زیرِ درس آیات میں فرمایا گیا کہ تم ماضی میں یہ کام نہ کر سکے اور مستقبل میں بھی ہرگز نہ کر سکو گے۔ اس نبی کی اور قرآن کی دعوت کا انکار کر کے اس دوزخ کا ایندھن بننے سے بچو جو انسانوں اور پتھروں سے سلگائی جائے گی۔ یہ چالینج ایک بار نہیں بلکہ کئی بار دیا گیا ہے۔ پہلے کہا گیا کہ قرآن کی مثل بنا کر پیش کرو، پھر کہا گیا کہ قرآن کی جیسی دس سورتیں بنا کر پیش کرو اور آخر میں کہا گیا کہ قرآن جیسی ایک سورۃ ہی پیش کرو۔ اب ہمارے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ کوئی قرآن جیسی ایک آیت بھی بنا کر پیش نہیں کر سکتا۔ آپ کے مخالفین آپ کے خلاف الزامات لگاتے

رہے، آپ ﷺ پر اور آپ پر ایمان لانے والوں پر ظلم وستم ڈھاتے رہے حتیٰ کہ ان لوگوں کا جینا دوبھر کر دیا مگر کسی سے نہ ہو سکا کہ قرآن جیسی ایک سورۃ ہی بنا کر پیش کرے۔ یہ چالینج قرآن اور نبی ﷺ کے اُس زمانے کے منکرین ہی کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک کے منکرین کے لئے ہے۔

اعجازِ قرآن کے امتیازات:

۱) نبی ﷺ اُمّی تھے اور پوری قوم اُمّیین کہلاتی تھی۔ علم کے پڑھنے پڑھانے کا کوئی دستور ہی نہیں تھا ایسے حالات میں اللہ نے ایسی بے نظیر کتاب نازل فرمائی اور تحدی (چالینج) کی کہ اس جیسا کلام بنا کر پیش کرو اور تمام جن وانس کی مدد لو مگر کوئی نہ کر سکا۔

۲) عربی کے معنی فصیح اور بلیغ کے ہیں۔ اہلِ عرب کو اپنی عربی زبان پر فخر تھا کہ وہ فصیح اور بلیغ زبان کے بولنے والے ہیں۔ غیر عرب کو عجمی یعنی گونگے کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی کی زبان میں اپنی کتاب نازل کر کے انہیں اس کی مثل لانے کا چالینج دیا تو سب عاجز آ گئے۔ نبی ﷺ کو ہرانے کے تمام ہتکنڈے استعمال کئے مگر اس چالینج کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے۔

۳) پچھلی اقوام کے جو واقعات قرآن نے ذکر کئے ہیں اس کا کوئی انکار نہیں کر سکا۔

۴) آئندہ جو واقعات پیش آنے والے ہیں قرآن نے اس کی جو پیش گوئی کی تھی ہو بہو پیش آ کر رہی۔ مثلاً سورۂ روم میں رومیوں کے غلبہ کی خبر۔

۵) دلوں کے راز: متعدد آیات میں دلوں کے چھپی ہوئی باتوں کی اطلاع دی گئی

پھر ان کے اقرار سے ثابت ہوا کہ وہ بات سچی تھی۔ مثلاً: سورۂ آل عمران میں اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا [آل عمران ۔۱۲۲] (جب تمہاری دو جماعتوں نے دل میں ارادہ کیا کہ پسپا ہو جائیں)

۶) قرآن نے کسی قوم یا فرد کے تعلق سے یہ فرمایا کہ وہ یہ کام نہیں کرسکیں گے۔ بالکل ویسے ہی ہوا۔ یہود کے متعلق فرمایا کہ اگر وہ اپنے آپ کو اللہ کے پیارے اور اس کے بیٹے سمجھتے ہیں تو ان سے کہا گیا کہ موت کی تمنا کرو۔ قرآن نے فرمایا کہ وہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے۔ بالکل ایسا ہی ہوا۔

۷) **قرآن کا اثر:** قرآن سننے سے ہر خاص و عام پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے۔ جبیر بن مطعمؓ نے اسلام لانے سے پہلے اللہ کے رسول ﷺ کو مغرب کی نماز میں سورۂ طور پڑھتے ہوئے سنا تو کہتے ہیں کہ جب آپ ﷺ آخری آیات پر پہنچے تو ایسا لگا کہ میرا دل گویا اڑنے لگا اور میرے دل میں اسلام اثر کر گیا۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝ اَمْ هُمُ الْمُصَّيْطِرُوْنَ ۝ (الطّور ۔۳۷-۳۵)

ترجمہ: کیا وہ خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا خود اپنے خالق ہیں یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ یقین نہیں کرتے۔ کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں یا وہی داروغہ ہیں؟

۸) کوئی بھی کتاب دو چار بار پڑھنے سے انسان کی طبیعت اکتا جاتی ہے مگر قرآن

جتنا زیادہ پڑھا جائے شوق ورغبت بڑھتا ہی جاتا ہے۔

۹) اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ نے ہی لے لی ہے۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝ (الحجر۔۹)

ترجمہ: بے شک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

قرآن جیسا نازل ہوا اور اللہ کے رسول ﷺ نے سنایا، صحابہ کرامؓ نے یاد کیا اور پھر اس کو صحیفوں میں لکھا گیا، بالکل اسی اصلی صورت میں بغیر کسی ادنیٰ تغیر وترمیم کے آج تک باقی ہے اور ان شاء اللہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ جرمنی کی میونخ یونیورسٹی نے قرآن پر تحقیق کرنے کے لئے پہلی صدی سے لے کر چودھویں صدی تک کے دنیا کے ہر خطے سے قرآنِ کریم کے نسخے جمع کیے۔ کئی سال تحقیق کے بعد یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ قرآنِ کریم پہلی صدی میں جیسا نازل ہوا تھا آج تک اسی شکل میں ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ تمام آسمانی صحیفے اور کتابیں جو نازل کی گئی تھیں کوئی بھی اب اپنی اصلی شکل میں باقی نہیں ہیں اور ان میں زبان کی تبدیلی کے علاوہ بے شمار تحریفات راہ پا چکی ہیں۔

۱۰) قرآن نے وہ علوم ومعارف کا احاطہ کیا ہے کہ کوئی بھی کتاب نہیں کرسکی۔ زندگی کے تمام مسائل اور قیامت تک پیش آنے والے تمام معاملات کا حل اس مختصر سی کتاب کے اندر موجود ہے۔ (معارف القرآن۔ جلد اول)

قرآن کا معارضہ:

مخالفین قرآن کے چالینج کو قبول نہ کر سکے مگر دوسرے طریقے سے اعتراض کیا کہ کلام اللہ میں حقیر چیزوں (مکھی، مکڑی، چیونٹی وغیرہ) کا ذکر نہیں ہونا چاہیئے۔ ان کے اعتراض کے جواب میں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے مکھی مکڑی یا اس سے چھوٹی بڑی چیز کی مثال دینے سے نہیں شرماتے کیونکہ مثال جن لوگوں کے لئے دی جاتی ہے ان کے مناسب ہوتی ہے۔ ایمان والے اس مثال سے ہدایت حاصل کر کے کہتے ہیں کہ یہ مثال ہمارے رب کی طرف سے حق اور مناسب ہے۔ جن لوگوں کے دلوں میں انکار بسا ہوا ہوتا ہے اعتراض کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسی مثالوں سے کیا ارادہ رکھتا ہے! اس ایک مثال سے اللہ تعالیٰ بہتوں کو ہدایت دیتے ہیں اور بہتوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اور گمراہ انہی کو کرتے ہیں جو فاسق ہیں۔ آیت نمبر ۲۶، ۲۷ میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو گمراہ کرتے ہیں جن کے اندر یہ صفات ہوتے ہیں:

۱) اللہ کے معاہدہ کو مضبوط باندھنے کے بعد توڑ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عالمِ ارواح میں تمام انسانوں کو آدمؑ کی اولاد کی پیٹھ سے نکال کر پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے اقرار کیا ہاں کیوں نہیں؟ اس کی یاد دہانی اور تجدیدِ عہد کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرامؑ کو مبعوث کیا۔

۲) قطعِ تعلق: اللہ اور بندہ کے درمیان اور ایک بندہ کا دوسرے بندہ کے درمیان

صحیح تعلق کیا ہونا چاہیئے اس کو شریعت نے واضح طور پر بیان کیا ہے، یہ اس کو توڑ دیتے ہے۔

۳) زمین میں فساد: شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں جس کی وجہ سے زمین میں صلح کے بجائے فساد پیدا ہوتا ہے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ فسق اور فاسقین کے تعلق سے آئندہ مجلس میں تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔ یہ بات اچھی طرح ہمارے ذہن میں ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح متقی لوگوں کو ہدایت دیتے ہیں اس طرح فاسقوں کو گمراہ بھی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں فسق سے بچا کر تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ہدایت سے نوازے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۷) مبحث ہفتم (اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتے)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ o بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسۡتَحۡیٖۤ اَنۡ یَّضۡرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوۡضَۃً فَمَا فَوۡقَہَا فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فَیَعۡلَمُوۡنَ اَنَّہُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ وَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَیَقُوۡلُوۡنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰہُ بِہٰذَا مَثَلًا یُضِلُّ بِہٖ کَثِیۡرًا وَّ یَہۡدِیۡ بِہٖ کَثِیۡرًا وَمَا یُضِلُّ بِہٖۤ اِلَّا الۡفٰسِقِیۡنَ o الَّذِیۡنَ یَنۡقُضُوۡنَ عَہۡدَ اللّٰہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مِیۡثَاقِہٖ وَیَقۡطَعُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖۤ اَنۡ یُّوۡصَلَ وَیُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ o (البقرہ۔۲۶،۲۷)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: بے شک اللہ اس بات سے نہیں شرماتا کہ کوئی مثال مچھر کی یا اس چیز کی جو اس سے بڑھ کر ہے پیش کرے۔ پس جو لوگ ایمان والے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ مثال ان کے رب کی طرف سے بالکل حق ہے اور جو لوگ منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ اس مثال سے کیا ارادہ رکھتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اس مثال سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے۔ اور گمراہ نہیں کرتا مگر انہی لوگوں کو جو فاسق ہیں۔ جو اللہ کے عہد کو مضبوطی سے باندھنے کے بعد توڑتے ہیں اور ان تعلقات کو توڑتے ہیں جن کو اللہ

نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اور زمین میں فساد کرتے ہیں ۔ یہی لوگ ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بیان کردہ مثالوں سے جو لوگ صحیح نتیجہ اخذ کرتے ہیں اللہ ان کو ہدایت دیتے ہیں اور جو لوگ ان مثالوں پر اعتراض کرتے ہیں ان کو اللہ گمراہ کرتے ہیں کیونکہ ان کے اندر فسق کا مرض ہوتا ہے۔ان آیات میں فسق کی صرف تین ہی نشانیاں بیان کی گئی ہیں ۔۱) اللہ کے معاہدہ کو مضبوط باندھنے کے بعد توڑ دینا ۲) قطعِ تعلق کرنا ۳) زمین میں فساد کرنا۔

فسق کی تعریف:

قرآن اور احادیث کا جائزہ لیا جائے تو بے شمار گناہ فسق کی تعریف میں آتے ہیں۔فَسَقَ کے معنی پکی ہوئی کھجور کا چھلکے سے علیحدہ ہونے کے ہیں۔شریعت کی اصطلاح میں فاسق وہ شخص ہے جو حدودِ شرع سے نکلتا ہے۔جمہور علماء کی رائے ہے کہ گناہِ کبیرہ کرنے والا یا گناہِ صغیرہ پر اصرار کرنے والا فاسق ہے۔علامہ ابنِ حجر مکیؒ نے ایک کتاب ’’کتاب الزواجر‘‘ کے نام سے لکھی ہے جس میں انہوں نے قرآن اور احادیث کے نصوص سے ۴۶۷ گناہ گنائے ہیں۔ جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے ہماری بہت بڑی تعداد ان گناہوں میں مبتلاء ہے۔ دلائل کو پیش کرنے کے لئے کافی وقت چاہیئے ، میں صرف آپ کے سامنے گناہ کی فہرست سنا دیتا ہوں۔ یہ جاننا اس لئے ضروری ہے کہ گناہ کے بے شمار مضر اثرات ہیں مگر گناہ کا سب سے خطرناک

اثر یہ ہے کہ آدمی ہدایتِ الٰہی سے محروم رہ جاتا ہے! ہدایتِ الٰہی سے محروم رہنے کی وجہ سے اس کی دنیا کی زندگی بھی تباہ ہو جاتی ہے اور آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی بھی اذیت والی بن کر رہ جاتی ہے۔

گناہِ کبیرہ کی فہرست:

۱) شرکِ اکبر اور کفر۔۲) شرکِ اصغر۔ریاء اور دکھاوا۔۳) ناحق غصہ، حقد، کینہ اور حسد۔۴) تکبر اور خود پسندی۔۵) دھوکہ دینا۔۶) منافقت کرنا۔۷) ظلم کرنا۔۸) تکبر سے لوگوں کو حقیر سمجھنا۔۹) فضول اور لایعنی کاموں میں گھسنا۔ ۱۰) خلافِ شریعت کام کو پسند کرنا۔۱۱) غربت کا ڈر رکھنا۔۱۲) مقدر میں لکھی ہوئی روزی پر ناراض ہونا۔۱۳) امیروں کو (حسرت اور لالچ سے) دیکھنا اور امیری کی وجہ سے ان کی تعظیم کرنا۔۱۴) غربت کی وجہ سے کسی کا مذاق اڑانا۔ ۱۵) مال جمع کرنے میں حرام طریقوں سے نہ بچنا۔۱۶) دنیا حاصل کرنے کی غرض سے آگے بڑھنا اور اس میں فخر کرنا۔۱۷) مخلوق کو خوش کرنے کے لئے ناجائز زینت کرنا۔۱۸) دنیاوی نفع کے لئے کسی گناہ کو دیکھ کر خاموش رہنا (راضی رہنا)۔۱۹) ایسے کام کی تعریف پسند کرنا جو وہ کرتا نہ ہو۔۲۰) اپنے عیوب کی جگہ دوسروں کے عیوب میں مشغول ہونا۔۲۱) نعمت واحسان کو بھول جانا۔۲۲) دین کے تقاضوں کو بھول کر عصبیت اختیار کرنا۔۲۳) شکر نہ کرنا۔۲۴) حق تعالیٰ کے فیصلے پر راضی نہ رہنا۔۲۵) اللہ تعالیٰ کے حقوق اور انسانوں کو دیئے ہوئے احکام

کو ہلکا سمجھنا۔ ۲۶) اللہ کے بندوں کے ساتھ مذاق کرنا۔ ۲۷) خواہشات کی پیروی کرنا اور حق کو ٹھکرانا۔ ۲۸) ناجائز خفیہ تدبیر کرنا۔ ۲۹) دنیا ہی کی زندگی چاہنا۔ ۳۰) حق کا مقابلہ کرنا۔ ۳۱) کسی مسلمان کے ساتھ بدگمانی کرنا۔ ۳۲) حق بات کو از راہِ نفسانی ٹھکرا دینا۔ ۳۳) صغیرہ گناہ بار بار کرنا۔ ۳۴) گناہ پر خوش ہونا۔ ۳۵) نیکی کر کے اس پر اپنی تعریف چاہنا۔ ۳۶) دنیوی زندگی پر مطمئن اور راضی رہنا۔ ۳۷) اللہ تعالیٰ شانہٗ کو اور آخرت کو بھولنا۔ ۳۸) نفس کی خاطر ناجائز غصہ کرنا یا ناجائز بدلہ لینا۔ ۳۹) اللہ کی رحمت کے بھروسے گناہ کرنا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہونا۔ ۴۰) اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا۔ ۴۱) اللہ کے ساتھ بدگمانی کرنا۔ ۴۲) اللہ کی رحمت سے آس توڑنا۔ ۴۳) دنیا کے لئے علمِ دین کا سیکھنا۔ ۴۴) علمِ دین چھپانا۔ ۴۵) علم پر عمل نہ کرنا۔ ۴۶) علم یا عبادت میں فخراً بلا ضرورت دعویٰ کرنا۔ ۴۷) علمائے ربانی کی ناقدری کرنا اور ان کو گھٹیا سمجھنا۔ ۴۸) اللہ پر جھوٹ باندھنا۔ ۴۹) رسول ﷺ پر جھوٹ باندھنا۔ ۵۰) برا طریقہ (دین میں بدعت) ایجاد کرنا۔ ۵۱) سنت کو چھوڑ دینا۔ ۵۲) تقدیر کا انکار کرنا۔ ۵۳) وعدہ پورا نہ کرنا۔ ۵۴) گناہ گاروں سے محبت رکھنا۔ ۵۵) نیک لوگوں سے بغض رکھنا۔ ۵۶) نیک بندوں کو تکلیف دینا اور ان سے دشمنی رکھنا۔ ۵۷) زمانے کو برا کہنا۔ ۵۸) ایسی بات کہنا جس سے فساد اور نقصان ہو۔ ۵۹) احسان فراموشی کرنا۔ ۶۰) حضور ﷺ کا تذکرہ سن کر درود نہ پڑھنا۔

۶۱) دل کی سختی۔۶۲) کسی بڑے گناہ پر راضی ہونا۔۶۳) گناہ میں مدد کرنا۔ ۶۴) شرارت اور فحش گوئی سے لوگوں کو خوف زدہ کرنا۔۶۵) دراہم و دنانیر کو توڑنا۔۶۶) سکوں میں کھوٹ ڈالنا۔۶۷) سونے یا چاندی کے برتن میں کھانا یا پینا۔۶۸) قرآنِ کریم یا اس کی آیت یا حرف بھول جانا۔۶۹) قرآن یا دین میں جھگڑنا۔۷۰) راستہ میں پائخانہ کرنا۔۷۱) بدن یا کپڑوں میں پیشاب سے احتیاط نہ کرنا۔۷۲) وضو کے کسی فرض کو چھوڑنا۔۷۳) غسل کے کسی فرض کو چھوڑنا۔۷۴) بغیر ضرورت کے کسی کے سامنے ننگا ہونا۔۷۵) حائضہ عورت سے مجامعت کرنا۔۷۶) قصداً ایک فرض نماز چھوڑنا۔۷۷) بلا عذر نماز کو وقت سے پہلے یا قضاء کر کے پڑھنا۔۷۸) بغیر رکاوٹ والی چھت کے اوپر سونا۔ ۷۹) نماز کے کسی واجب کو چھوڑنا۔۸۰) کسی عورت کے بالوں میں دوسری عورت کے بال ملانا۔۸۱) گودنے کا نشان لگانا یا لگوانا۔۸۲) دوسرے کے دانتوں کو تیز کرنا یا اپنے تیز کروانا۔۸۳) دوسروں کے ابرو کے بالوں کو اکھیڑنا یا یہی عمل اپنے لئے کروانا۔۸۴) نمازی کے سامنے سے گزرنا۔۸۵) فرض نماز کی جماعت کو بستی والے یا شہر والے چھوڑ دیں جبکہ وہاں جماعت واجب ہونے کے شرائط موجود ہیں۔۸۶) ایسے شخص کا امامت کرنا جس کو لوگ ناپسند کرتے ہوں۔۸۷) صفوں کو توڑنا۔۸۸) صفوں کو سیدھی نہ کرنا۔۸۹) نماز میں امام سے آگے بڑھنا۔۹۰) نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا۔۹۱) نماز میں ادھر اُدھر

دیکھنا۔۹۲) نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔۹۳) قبروں کو سجدہ کرنا۔۹۴) قبروں پر چراغ جلانا۔۹۵) قبروں کو بت بنانا (ان کی پوجا کرنا)۔۹۶) قبروں کا طواف کرنا۔ ۹۷) قبروں کو چومنا۔۹۸) قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا۔۹۹) کسی شخص کا اکیلا سفر کرنا۔۱۰۰) اکیلی عورت کا سفر کرنا جبکہ زنا کا خطرہ ہو۔ ۱۰۱) بدفالی کی بناء پر سفر نہ کرنا۔۱۰۲) بغیر عذر نمازِ جمعہ چھوڑنا۔۱۰۳) جمعہ کے دن گردن پھلانگنا۔۱۰۴) لوگوں کے درمیان جا کر بیٹھنا۔۱۰۵) عاقل، بالغ مرد یا خنثیٰ کا خالص ریشم پہننا۔۱۰۶) عاقل بالغ مرد کا سونا یا چاندی پہننا (ساڑھے چار ماشے سے کم کی انگوٹھی پہننے کی اجازت ہے)۔۱۰۷) مردوں کا عورتوں کی مشابہت یا عورتوں کا مردوں کی مشابہت (لباس، گفتگو یا حرکت) اختیار کرنا۔ ۱۰۸) عورتوں کا اتنا باریک کپڑا پہننا کہ بدن نظر آئے۔۱۰۹) تہبند، آستین یا پگڑی کا شملہ تکبراً لمبا کرنا۔۱۱۰) اکڑ کر چلنا۔۱۱۱) جہاد جیسے مقصد کے بغیر ڈاڑھی کو کالا خضاب لگانا۔۱۱۲) ستاروں کی تاثیر سے بارش ہونے کا عقیدہ رکھنا۔ ۱۱۳) غم میں منہ پر طمانچہ مارنا۔۱۱۴) گریبان پھاڑنا۔۱۱۵) واویلا کرنا۔ ۱۱۶) واویلا سننا۔۱۱۷) عورتوں کا اپنے بال مونڈنا یا اکھیڑنا۔۱۱۸) مصیبت کے وقت ہلاکت کی دعا کرنا۔۱۱۹) میت کی ہڈی توڑنا۔۱۲۰) قبروں پر بیٹھنا۔ ۱۲۱) قبروں پر مسجدیں بنانا۔۱۲۲) قبروں پر چراغ رکھنا۔۱۲۳) عورتوں کا زیارتِ قبور کے لئے اور جنازوں کے ساتھ جانا۔۱۲۴) (غیر شرعی) تعویذ کو موثر

سمجھ کر کرنا۔ ۱۲۵) (غیر شرعی) تعویذ لٹکانا۔ ۱۲۶) اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرنا۔ ۱۲۷) زکوۃ نہ دینا۔ ۱۲۸) زکوۃ دینے میں بغیر عذر کے دیر کرنا۔ ۱۲۹) مقروض کے ساتھ قرض خواہ کا چمٹے رہنا یا مقروض کو قید کرنا۔ ۱۳۰) زکوۃ میں خیانت کرنا۔ ۱۳۱) لوگوں کے حقوق میں عدمِ حفاظت کی صورت میں ٹیکس وصول کرنا۔ ۱۳۲) امیر شخص کا مال حاصل کرنے کے لئے دوسروں سے صدقہ مانگنا۔ ۱۳۳) مانگنے میں اصرار کرنا کہ جس سے مانگا جا رہا ہے اسے تکلیف ہو۔ ۱۳۴) رشتہ دار یا اپنے غلام کے مجبور ہوتے ہوئے بھی ان کے مانگنے پر قدرت ہوتے ہوئے نہ دینا۔ ۱۳۵) صدقہ کر کے احسان جتانا۔ ۱۳۶) ضرورت یا مجبوری کے باوجود پانی نہ دینا۔ ۱۳۷) مخلوق کی ناشکری کرنا جو درحقیقت اللہ کی ناشکری ہے۔ ۱۳۸) اللہ کا واسطہ دے کر جنت کے سوا کوئی اور چیز مانگنا۔ ۱۳۹) اللہ کا واسطہ دے کر مانگنے والے کو نہ دینا۔ ۱۴۰) رمضان کا ایک روزہ بھی بغیر عذر کے چھوڑنا۔ ۱۴۱) بغیر عذر کے رمضان کا روزہ توڑنا۔ ۱۴۲) رمضان کی قضاء میں بلا وجہ دیر کرنا۔ ۱۴۳) خاوند کی اجازت کے بغیر عورت کا نفل روزہ رکھنا۔ ۱۴۴) عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا۔ ۱۴۵) معین وقت میں نذر مانے ہوئے اعتکاف کو توڑنا۔ ۱۴۶) جماع وغیرہ کے ذریعہ اعتکاف کو توڑنا۔ ۱۴۷) مسجد میں جماع کرنا۔ ۱۴۸) باوجود استطاعت کے حج نہ کرنا۔ ۱۴۹) حج یا عمرہ میں احرام کھولنے سے پہلے قصداً جماع کرنا۔ ۱۵۰) حج

یا عمرہ کے احرام میں خشکی کے حلال شکار کو قتل کرنا۔۱۵۱) عورت کا نفل حج وعمرہ کا احرام شوہر کی اجازت کے بغیر باندھنا۔۱۵۲) بیت اللہ کی بے حرمتی کرنا۔ ۱۵۳) حرم میں گناہ کرنا۔۱۵۴) اہلِ مدینہ منورہ کو ڈرانا۔۱۵۵) اہلِ مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرنا۔۱۵۶) مدینہ منورہ میں کوئی گناہ کرنا۔۱۵۷) وہاں کسی گناہ کرنے والے کو جگہ دینا۔۱۵۸) مدینہ منورہ کا درخت کاٹنا۔۱۵۹) مدینہ منورہ کی گھاس کاٹنا۔۱۶۰) قدرت کے باوجود قربانی نہ کرنا۔۱۶۱) قربانی کی کھال فروخت کر کے رقم استعمال کرنا۔۱۶۲) جانور کے کسی عضو کو کاٹ کر مُثلہ کرنا۔ ۱۶۳) جانور کے چہرہ کو داغنا۔۱۶۴) اور اس کا نشانہ باندھنا۔۱۶۵) جانور کو کھانے کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے قتل کرنا۔۱۶۶) اچھی طرح قتل یا ذبح نہ کرنا۔۱۶۷) غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا جبکہ غیر اللہ کو معبود نہ سمجھے (کیونکہ ایسی صورت میں کافر ہو جائے گا)۔۱۶۸) سائبہ کو چھوڑ دینا۔۱۶۹) مَلِکُ الاُملَاک (شہنشاہ) کسی کا نام رکھنا۔۱۷۰) گھاس یا افیون یا بھنگ عنبر یا زعفران جیسی پاک نشہ آور چیز کھانا۔۱۷۱) بغیر شدید مجبوری کے بہنے والا خون پینا۔۱۷۲) بغیر شدید مجبوری کے خنزیر کا گوشت کھانا۔۱۷۳) بغیر شدید مجبوری کے مردار وغیرہ کا گوشت کھانا۔۱۷۴) کسی جاندار کو آگ میں جلانا۔ ۱۷۵) نجاست کھانا۔۱۷۶) گندگی کھانا۔۱۷۷) تکلیف دہ یا نقصان دہ چیز کھانا۔۱۷۸) آزاد آدمی کو فروخت کرنا۔۱۷۹) سود کھانا۔۱۸۰) سود

کھلانا۔۱۸۱) سود لکھنا۔۱۸۲) سود کی گواہی دینا۔۱۸۳) سود میں کوشش کرنا۔۱۸۴) سود پر مدد وتعاون کرنا۔۱۸۵) سود میں (ناجائز) حیلہ کرنا۔
۱۸۶) ضرورت مند کو جفتی کے لئے نر نہ دینا۔۱۸۷) ناجائز خرید وفروخت اور حرام کمائی کے ذریعہ کھانا۔۱۸۸) سودا مہنگا بیچنے کے لئے روک رکھنا۔
۱۸۹) بے سمجھ بچے کی بیع وغیرہ کر کے اس کو اس کی ماں سے جدا کرنا۔۱۹۰) انگور اور کشمش وغیرہ ایسے شخص کو بیچنا جو ان کو نچوڑ کر شراب بنائے۔۱۹۱) بے ریش غلام کو ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا جس کے بارے میں پتہ ہو کہ یہ اس سے گناہ کرے گا۔۱۹۲) باندی کا ایسے شخص کے ہاں فروخت کرنا جو اس کو زنا پر آمادہ کرے۔
۱۹۳) لکڑی وغیرہ ایسی جگہ بیچنا جہاں وہ فضول کھیل کود کا آلہ بنا لیتے ہوں۔
۱۹۴) کافروں کو ہتھیار فروخت کرنا تاکہ جہاد میں ہمارے خلاف مدد کریں۔
۱۹۵) اس شخص کو شراب بیچنا جو اس کو پی لے گا۔۱۹۶) نشہ آور نباتات وغیرہ ایسے شخص کو فروخت کرنا جو اس کا ناجائز استعمال کرے۔۱۹۷) بغیر کسی ارادۂ خریداری کسی چیز کا بھاؤ بڑھانا۔۱۹۸) بیع پر بیع کرنا۔۱۹۹) شراء پر شراء کرنا۔
۲۰۰) خرید وفروخت میں دھوکہ دینا جیسا کہ دودھ بڑھانے کی غرض سے نہ دوہنا۔
۲۰۱) جھوٹی قسم کھا کر سامانِ تجارت بیچنا۔۲۰۲) مکر (خفیہ بری تدبیر) کرنا۔
۲۰۳) ناپ تول میں کمی کرنا۔۲۰۴) قرض دے کر مقروض سے فائدہ اٹھانا۔
۲۰۵) قرض واپس نہ کرنے کی نیت سے لینا۔۲۰۶) بغیر مجبوری کے قرض لینا۔

۲۰۷) قرض خواہ کے مطالبہ کے بعد بغیر عذر کے ٹال مٹول کرنا۔۲۰۸) یتیم کا مال کھانا۔۲۰۹) یتیم کا مال گناہ میں خرچ کرنا۔۲۱۰) پڑوسی کو تکلیف دینا اگرچہ پڑوسی ذمی ہی کیوں نہ ہو۔۲۱۱) تکبراً ضرورت سے بڑھ کر عمارت بنانا۔ ۲۱۲) زمین کے نشان کو بدلنا۔۲۱۳) نابینا کو راستہ سے بھٹکانا۔۲۱۴) جو سڑک اور گلی عام نہ ہو وہاں کے رہنے والوں کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا۔۲۱۵) عام راستہ میں سخت نقصان دہ ناجائز تصرف کرنا۔۲۱۶) مشترک دیوار میں اپنے شریک کی اجازت کے بغیر ناقابلِ برداشت تصرف کرنا۔۲۱۷) قدرت کے باوجود ضامن کا ضمان نہ دینا۔۲۱۸) ایک شریک کا دوسرے سے خیانت کرنا۔ ۲۱۹) وکیل کا موکِّل سے خیانت کرنا۔۲۲۰) کسی وارث یا اجنبی کے لئے قرضے یا کسی چیز کا جھوٹا اقرار کرنا۔۲۲۱) مریض کا اپنے ذمہ قرض یا کسی چیز کو اقرار چھوڑنا جس کو وارثوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہو۔۲۲۲) جھوٹے نسب کا اقرار۔۲۲۳) نسب سے انکار کرنا۔۲۲۴) جس مقصد کے لئے چیز عاریتاً لی تھی اس کو کسی اور مقصد کے لئے استعمال کرنا۔۲۲۵) مالک کی اجازت کے بغیر عاریتاً لی ہوئی چیز دوسروں کو دینا۔۲۲۶) امانت لی ہوئی چیز کو لوٹانے میں تاخیر کرنا۔۲۲۷) کسی کے مال پر جبرً او ظلمًا غلبہ پانا۔۲۲۸) مزدور سے کام کروا کر اس کی مزدوری نہ دینا یا دیر سے دینا۔۲۲۹) عرفہ، مزدلفہ یا مِنیٰ میں عمارت بنانا۔۲۳۰) عام یا خاص جائز چیزوں (بنجر زمین کا آباد کرنا، مساجد،

سڑکیں، معادن) وغیرہ سے روکنا۔۲۳۱) کسی عام راستہ کو کرایہ پر دینا۔
۲۳۲) جائز پانی قبضہ کر کے مسافروں کو پانی نہ دینا۔۲۳۳) وقف کرنے
والے کی شرط کے خلاف کرنا۔۲۳۴) گم شدہ چیز کی تشہیر کیے بغیر مالک بننا۔
۲۳۵) گم شدہ چیز کے مالک کا علم ہو جائے تو اسے چھپانا۔ ۲۳۶) گرے
پڑے بچے کو لیتے وقت کسی کو گواہ نہ بنانا۔ ۲۳۷) غلط وصیت کر کے کسی وارث
کا حق مارنا۔ ۲۳۸) ایک تہائی سے زیادہ وصیت کرنا۔ ۲۳۹) کسی اجنبی
شخص کے لئے کُل یا بعض مال کا اقرار کرنا۔۲۴۰) امانت میں خیانت کرنا۔
۲۴۱) باوجود ضرورت وقدرت کے نکاح نہ کرنا۔۲۴۲) اجنبی عورت کو شہوت
کے ساتھ دیکھنا۔۲۴۳) اسی طرح اس کو چھونا۔۲۴۴) غیر محرم سے خلوت کرنا۔
۲۴۵) بے ریش لڑکے کو شہوت سے دیکھنا۔ ۲۴۶) اس کو شہوت سے چھونا۔
۲۴۷) اس کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا۔ ۲۴۸) غیبت کرنا۔ ۲۴۹) غیبت سننا
اور اس پر خاموش یا راضی ہونا۔ ۲۵۰) کسی کو برے القاب سے پکارنا۔
۲۵۱) کسی مسلمان کا مذاق اڑانا۔۲۵۲) چغل خوری کرنا۔۲۵۳) دورخا پن
اختیار کرنا۔۲۵۴) کسی پر بہتان لگانا۔۲۵۵) ولی کا اپنی بیٹی یا بہن کا کفو میں
نکاح کرنے سے روکنا۔ ۲۵۶) کسی کے پیغام (جس کو لڑکا اور لڑکی نے قبول
کرلیا ہے) پر پیغام بھیجنا۔۲۵۷) عورت کو شوہر کے خلاف بھڑکانا۔۲۵۸) اسی
طرح مرد کو عورت کے خلاف بھڑکانا۔ ۲۵۹) جو رشتے (نسب، رضاعت یا

مصاہرت) کی وجہ سے حرام ہیں ان کے ساتھ نکاح کرنا اگرچہ وطی نہ کرے۔
۲۶۰) طلاق دینے والے کا حلالہ کرانے پر راضی ہونا۔۲۶۱) اسی طرح مطلقہ
عورت کا اس پر راضی ہونا۔۲۶۲) پہلے خاوند کے لئے حلال کرنے والے
دوسرے خاوند کا راضی ہونا۔۲۶۳) خاوند کا بیوی کے راز فاش کرنا۔۲۶۴) بیوی
کا خاوند کے راز کھولنا۔۲۶۵) بیوی یا باندی کے ساتھ دبر میں وطی کرنا۔
۲۶۶) اجنبی مرد یا عورت کی موجودگی میں اپنی بیوی سے جماع کرنا۔
۲۶۷) عورت کے مطالبہ پر مہر نہ ادا کرنے کے ارادہ سے نکاح کرنا۔
۲۶۸) جاندار کی تصویر لٹکانا۔۲۶۹) داعی کی اجازت کے بغیر طفیلی بن کر جانا۔
۲۷۰) پیٹ بھرنے کے بعد بھی ضرورت سے زائد کھانا۔۲۷۱) اتنا زیادہ کھانا
کہ نقصان ہو۔۲۷۲) حرص وتکبر کی وجہ سے کھانے میں توسُّع کرنا۔۲۷۳) ایک
سے زیادہ بیوی ہونے کی صورت میں ظلماً کسی ایک کو ترجیح دینا۔۲۷۴) بیوی
کا حق (مہر ونفقہ) ادا نہ کرنا۔۲۷۵) عورت کا اپنے خاوند کا حق ادا نہ کرنا۔
۲۷۶) بغیر کسی شرعی ضرورت کے کسی مسلمان سے تین دن سے زائد قطع تعلق
کرنا۔۲۷۷) مسلمان بھائی سے منہ پھیر لینا۔۲۷۸) دل میں کینہ رکھنا جو قطع
تعلق اور اعراض کا سبب بنے۔۲۷۹) عورت کا خوشبو لگا کر زینت کرکے باہر
نکلنا۔۲۸۰) شوہر کی نافرمانی کرنا۔۲۸۱) حرج وتکلیف کے بغیر طلاق طلب
کرنا۔۲۸۲) اپنی بیوی اور لڑکی کے بارے میں بے غیرت بننا۔۲۸۳) کسی

اجنبی عورت اور اجنبی لڑکے کے بارے میں بے غیرت بننا۔۲۸۴) رجوع سے قبل وطی کرنا۔۲۸۵) چار ماہ سے زائد وطی نہ کرنے کی قسم کھانا۔۲۸۶) ظِہار کرنا۔ ۲۸۷) پاک دامن مرد یا عورت پر زنا یا لواطت کی تہمت لگانا۔۲۸۸) مذکورہ گناہ کی تہمت پر خاموش رہنا۔۲۸۹) کسی مسلمان کو گالی دینا اور اس کی بے عزتی کرنا۔۲۹۰) اپنے والدین کے لئے گالی یا لعنت کا سبب بننا۔۲۹۱) کسی مسلمان پر لعنت بھیجنا۔۲۹۲) اپنے نسب یا والد سے براءت ظاہر کرنا۔۲۹۳) جان بوجھ کر اپنے آپ کو باپ کے علاوہ دوسروں کی طرف منسوب کرنا۔۲۹۴) شرعی طور پر ثابت نسب میں طعن کرنا۔۲۹۵) عورت کا زنا یا شبہ کی وجہ سے وطی کی وجہ سے غیر ثابت النسب بچے کو کسی خاندان کی طرف منسوب کرنا۔۲۹۶) عدت پوری کرنے میں خیانت کرنا۔۲۹۷) عدت پوری ہونے سے پہلے بغیر شرعی عذر کے باہر نکلنا۔۲۹۸) خاوند کی وفات پر چار مہینے دس دن سوگ نہ کرنا۔۲۹۹) استبراءِ رحم سے پہلے باندی سے وطی کرنا۔۳۰۰) شرعی اجازت کے بغیر بیوی کو نان ونفقہ وغیرہ نہ دینا۔۳۰۱) اپنے اہل وعیال کو ضائع کرنا۔۳۰۲) والدین، دادا وغیرہ کی نافرمانی کرنا۔۳۰۳) قطع رحمی کرنا۔۳۰۴) غلام کا آزاد کرنے والے کے علاوہ دوسروں کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا۔۳۰۵) غلام کو اس کے آقا کے خلاف بھڑکانا۔۳۰۶) غلام کا اپنے آقا سے بھاگ جانا۔۳۰۷) آزاد شخص کو غلام بنانا۔۳۰۸) آقا کی خدمت نہ کرنا۔۳۰۹) غلام پر ضروری خرچ نہ کرنا۔

۳۱۰) غلام کو برداشت سے بڑھ کر تکلیف دینا اور مارنا۔۳۱۱) بغیر شرعی سبب کے غلام یا جانور کو خصی کرنا۔۳۱۲) جانوروں کو ایک دوسرے سے لڑانا۔ ۳۱۳) کسی مسلمان یا ذمی کو قصداً یا شبہ عمد کی صورت میں قتل کرنا۔۳۱۴) خودکشی کرنا۔۳۱۵) حرام قتل میں مدد کرنا۔۳۱۶) روکنے پر قادر ہوتے ہوئے نہ روکنا۔ ۳۱۷) کسی مسلمان یا ذمی کی ناحق پٹائی کرنا۔۳۱۸) کسی مسلمان کو ڈرانا۔ ۳۱۹) کسی مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنا۔۳۲۰) جادو کرنا۔۳۲۱) جادو سیکھنا۔۳۲۲) جادو سکھانا۔۳۲۳) جادو کرانا۔۳۲۴) الکھانت یعنی کاہن کا پیشہ۔۳۲۵) العرافت یعنی نجوم کا پیشہ۔۳۲۶) الطِّیَرۃُ یعنی بدفالی کرنا۔ ۳۲۷) الطرقُ یعنی پرندوں کے ذریعہ فال نکالنا۔۳۲۸) التنجیم یعنی ستاروں کو دیکھ کر احوالِ عالم معلوم کرنا۔۳۲۹) العِیَافۃُ یعنی خط (لکیریں) کے ذریعہ غیب کی خبریں معلوم کرنا۔۳۳۰) کاہن کی بات پر یقین کرنا۔۳۳۱) نجومی کے پاس جانا۔۳۳۲) فال نکالنے والے کے پاس جانا۔۳۳۳) ستاروں کو دیکھ کر احوالِ عالم معلوم کرنے والے کے پاس جانا۔۳۳۴) بدفالی نکالنے والے کے پاس بدفالی نکالنے کے لئے جانا۔۳۳۵) خط ولکیر کے ذریعہ معلوم کرنے والے کے پاس خط لگوانے کے لئے جانا۔۳۳۶) امام یعنی بادشاہِ وقت اگرچہ ظالم ہو اس کے خلاف بغیر کسی وجہ کے یا ایسی وجہ سے ساتھ جس کا باطل ہونا یقینی ہو بغاوت کرنا۔۳۳۷) کسی دنیوی کام کے فوت ہونے کی وجہ سے امام یعنی

امیر المومنین بادشاہِ وقت سے بیعت توڑنا۔۳۳۸) بادشاہت یا وزارت کا قبول کرنا جبکہ معلوم ہو کہ وہ خیانت کا مرتکب ہوگا۔۳۳۹) اپنی خیانت یا عزمِ خیانت کو جانتے ہوئے بادشاہت یا وزارت مانگنا۔۳۴۰) بادشاہت یا وزارت حاصل کرنے کے لئے مال خرچ کرنا۔۳۴۱) کسی ظالم یا فاسق کو مسلمانوں کے معاملہ میں حاکم مقرر کرنا۔۳۴۲) نیک شخص کو ہٹا کر اس سے کم درجہ والے کو حاکم مقرر کرنا۔۳۴۳) بادشاہ یا امیر یا قاضی کا ظلم کرنا۔۳۴۴) اور اپنی رعایا کے ساتھ دھوکہ دینا۔۳۴۵) اور ان کا رعایا کی ضرورتوں کو خود یا نائب کے ذریعہ سے پورا نہ کرنا۔۳۴۶) بادشاہوں وزیروں یا قاضیوں کا کسی کا مال کھا کر ظلم کرنا۔ ۳۴۷) مظلوم کی مدد قادر ہونے کے باوجود نہ کرنا۔۳۴۸) ظالم کے ظلم سے راضی رہنا۔۳۴۹) ظلم پر ظالم کی مدد کرنا۔۳۵۰) ظالموں کی طرف جھوٹی شکایت لے کر جانا۔۳۵۱) کسی بدعتی یا فسادی کو پناہ دینا یا اس کی حفاظت کرنا۔ ۳۵۲) مسلمان کو گالی کے طور پر کافر کہنا۔۳۵۳) کسی مسلمان کو اللہ کا دشمن کہنا۔۳۵۴) حدود اللہ میں کسی کی سفارش کرنا۔۳۵۵) کسی مسلمان کی بے عزتی کرنا، اس میں عیب تلاش کرنا اور اس کو رسواء کرنا۔۳۵۶) مجمع میں نیک عمل ظاہر کرنا اور تنہائی میں گناہ کرنا۔۳۵۷) حد قائم کرنے میں مداہنت کرنا۔ ۳۵۸) زنا کرنا۔۳۵۹) لواطت کرنا۔۳۶۰) یہی کام کسی جانور سے کرنا۔ ۳۶۱) اجنبی عورت سے لواطت کرنا۔۳۶۲) عورت کا عورت سے جنسی خواہش

پورا کرنا۔۳۶۳) مشترک باندی میں شریک ساتھی کا وطی کرنا۔۳۶۴) مُردہ بیوی سے وطی کرنا۔۳۶۵) بغیر ولی اور گواہوں کے کی ہوئی شادی میں وطی کرنا۔ ۳۶۶) نکاحِ متعہ میں وطی کرنا۔۳۶۷) اجرت پر لی ہوئی عورت سے وطی کرنا۔ ۳۶۸) زانی کا زنا کے لئے کسی عورت کو روکے رکھنا۔ ۳۶۹) چوری کرنا۔ ۳۷۰) راستہ میں ڈاکہ ڈالنا۔۳۷۱) شراب پینا گو نشہ نہ آئے۔۳۷۲) کوئی نشہ آور چیز کھانا یا پینا اگر ایک قطرہ بھی ہو تو حرام ہے۔۳۷۳) شراب کو نچوڑنا۔ ۳۷۴) شراب نچوڑنے طلب کرنا۔ ۳۷۵) شراب اٹھانا۔ ۳۷۶) شراب اٹھوانا۔ ۳۷۷) شراب پلانا۔ ۳۷۸) شراب پلانے کے لئے مانگنا۔ ۳۷۹) شراب خریدنا اور بیچنا۔ ۳۸۰) شراب خریدنے بیچنے کے لئے مانگنا۔ ۳۸۱) اس کی قیمت کھانا۔۳۸۲) شراب یا نشہ آور چیز کو روک کر رکھنا۔۳۸۳) بے گناہ پر قتل کے ارادے سے حملہ کرنا۔۳۸۴) مال چھیننے کے لئے حملہ کرنا۔۳۸۵) زنا کے لئے حملہ کرنا۔۳۸۶) ڈرانے کے لئے حملہ کرنا۔ ۳۸۷) کسی کے گھر میں اجازت کے بغیر دیکھنا یا جھانکنا۔ ۳۸۸) کسی کا راز سننے کے لئے کان دھرنا۔۳۸۹) مرد کا بالغ ہونے کے بعد ختنہ چھوڑ رکھنا۔۳۹۰) متعیّن جہاد چھوڑنا۔ ۳۹۱) لوگوں کا مطلق جہاد چھوڑ دینا۔۳۹۲) حکومت کا اپنی سرحد کا مضبوط نہ کرنا۔۳۹۳) نیکی کا حکم نہ کرنا۔۳۹۴) قدرت کے باوجود منکر سے نہ روکنا۔۳۹۵) اپنے قول میں فعل

میں مخالفت کرنا۔ ۳۹۶) سلام کا جواب نہ دینا۔ ۳۹۷) لوگوں سے چاہنا کہ تعظیم کے لئے کھڑے ہوں۔ ۳۹۸) جہاد میں مقابلے کے وقت کافر دو گنے سے زیادہ نہ ہوں تو بھاگنا۔ ۳۹۹) طاعون سے بھاگنا۔ ۴۰۰) مالِ غنیمت میں خیانت کرنا۔ ۴۰۱) خیانت کرنے والے کو چھپانا۔ ۴۰۲) کسی امن والے کو یا ذمی کو جس سے صلح کررکھی ہے قتل کرنا۔ ۴۰۳) ان میں سے کسی سے دھوکہ کرنا۔ ۴۰۴) ان میں سے کسی پر ظلم کرنا۔ ۴۰۵) مسلمانوں کے راز بتانا۔ ۴۰۶) گھوڑے تکبر کے لئے رکھنا یا ان کو شرط یا جوئے کے ساتھ دوڑانا۔ ۴۰۷) شرط یا جوئے کے ساتھ تیراندازی کا مقابلہ کرنا۔ ۴۰۸) تیراندازی سیکھ کر چھوڑ دینا۔ ۴۰۹) کسی کا حق مارنے کے لئے قسم کھانا۔ ۴۱۰) جھوٹی قسم کھانا۔ ۴۱۱) بہت زیادہ قسمیں کھانا۔ ۴۱۲) امانت کی قسم کھانا۔ ۴۱۳) بتوں کی قسم کھانا۔ ۴۱۴) یہ کہنا کہ اگر میں یہ کام کروں تو میں کافر یا اسلام سے یا نبی سے بری۔ ۴۱۵) اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی جھوٹی قسم کھانا۔ ۴۱۶) ثواب کی نذر ہو تو پورا نہ کرنا۔ ۴۱۷) خائن یا ظالم کو قاضی بنانا۔ ۴۱۸) اس شخص کا عہدہ قبول کرنا جو جانتا ہو کہ میں ظلم خیانت کروں گا۔ ۴۱۹) خائن یا ظالم کا عہدۂ قضاء طلب کرنا۔ ۴۲۰) جہالت سے فیصلہ کرنا۔ ۴۲۱) ظالمانہ فیصلہ کرنا۔ ۴۲۲) ناحق اور باطل شخص کی مدد کرنا۔ ۴۲۳) قاضی یا حاکم کا حق تعالیٰ کو ناراض کر کے رعایا کو راضی کرنا۔ ۴۲۴) رشوت لینا اگرچہ فیصلہ صحیح ہو۔

۴۲۵) ناحق رشوت لینا۔ ۴۲۶) رشوت لینے والے اور دینے والے کے درمیان کوشش کرنا۔ ۴۲۷) حاکم بنانے پر رشوت لینا۔ ۴۲۸) حاکم بنانے پر رشوت دینا۔ ۴۲۹) اپنی سفارش کی وجہ سے ہدیہ قبول کرنا۔ ۴۳۰) ناحق یا بغیر علم کے جھگڑا کرنا۔ ۴۳۱) حق مانگنے کے لئے جھگڑنا۔ ۴۳۲) ضد کے طور پر جھگڑنا۔ ۴۳۳) گفتگو میں خلل ڈالنے کے لئے طعنہ مارنا۔ ۴۳۴) مختلف مذہب کے متعلق بری گفتگو کرنا۔ ۴۳۵) تقسیم میں ظلم کرنا۔ ۴۳۶) قیمت لگانے والے کا قیمت لگانے میں ظلم کرنا۔ ۴۳۷) جھوٹی گواہی دینا۔ ۴۳۸) جھوٹی گواہی قبول کرنا۔ ۴۳۹) گواہی چھپانا۔ ۴۴۰) جھوٹ کہنا جس میں کوئی شرعی حد یا نقصان ہو۔ ۴۴۱) فاسقوں کی صحبت اختیار کرنا۔ ۴۴۲) علماء وفقہاء کا فساق کے ساتھ بیٹھک کرنا۔ ۴۴۳) جوا کھیلنا۔ ۴۴۴) نرد (چوسر) کھیلنا۔ ۴۴۵) شطرنج کھیلنا۔ ۴۴۶) باجا بجانا۔ ۴۴۷) باجے کو سننا۔ ۴۴۸) بانسری بجانا۔ ۴۴۹) اس کو سننا۔ ۴۵۰) طبلہ بجانا۔ ۴۵۱) طبلہ کو سننا۔ ۴۵۲) کسی لڑکے کے حسن و جمال کو اس طرح یاد کرنا کہ میرا اس کے ساتھ عشق ہے۔ ۴۵۳) کسی اجنبی عورت کے حسن کا تذکرہ کرنا۔ ۴۵۴) عورت کو متعین کئے بغیر فحش حرکتوں کا تذکرہ کرنا۔ ۴۵۵) عشق ومحبت والے اشعار پڑھنا۔ ۴۵۶) ایسے شعر کہنا جو مسلمان کی ہجو (برائی) پر مشتمل ہوں۔ ۴۵۷) فحش شعر کہنا۔ ۴۵۸) ایسے شعر کہنا جس میں بہت گندہ جھوٹ ہو۔ ۴۵۹) اس قسم کے اشعار پڑھنا اور عام کرنا۔ ۴۶۰) شعر

میں عادت سے بڑھ کر کسی کی تعریف کرنا۔۴۶۱) اشعار سے کمائی کرنا اور اگر اس کو کوئی مال وغیرہ نہ دے تو اس کی برائی کرنا۔۴۶۲) صغیرہ گناہ کو بار بار کرنا یا کئی صغیرہ گناہ کرنا۔۴۶۳) کبیرہ گناہ سے توبہ نہ کرنا۔۴۶۴) کسی انصاری سے بغض رکھنا۔۴۶۵) کسی صحابی کو گالی دینا۔۴۶۶) جو چیز اس کی ملکیت نہیں ہے اس کا دعویٰ کرنا۔۴۶۷) شرعی اجازت کے بغیر آزاد شدہ غلام سے خدمت لینا۔

بعض اعمال کا تذکرہ ایک سے زیادہ مرتبہ آ گیا ہے۔ چونکہ گناہ کی پوری فہرست ۴۶۷ پیش کرنا مقصود تھا اس لئے دوہرا کر سنا دیا۔ فہرست میں ۹۰ فیصد تو ایسے اعمال ہیں جن کے گناہ ہونے میں سب علماء کا اتفاق ہے۔۱۰ فیصد میں جو اختلاف ہے وہ گناہِ کبیرہ ہونے میں ہے عملِ مکروہ ہونے میں اختلاف نہیں ہے۔ کسی نے حضرت ابنِ عباسؓ سے پوچھا کہ گناہِ کبیرہ سات ہیں؟ تو آپؓ نے فرمایا نہیں سات سو ہیں۔ گناہ کی طویل فہرست گنانے کے باوجود بھی کئی گناہ شمار میں آنے سے رہ گئے ہیں، جیسے ڈاڑھی منڈوانا یا ایک مشت سے کم کٹوانا۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں صاف فرماتے ہیں کہ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتے)۔ یہ آیت پانچ مقامات پر (المائدہ۔۱۰۸)، (التوبہ۔۲۴)، (التوبہ۔۸۰)، (الصّف۔۵) اور (المنافقون۔۶) میں آئی ہے۔ زیرِ درس آیت میں تو اللہ تعالیٰ صاف فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو گمراہ کر دیتے ہیں۔ لہٰذا ہر قسم کے گناہ سے احتیاط کی ضرورت ہے۔ کسی بھی گناہ کو حلال

سمجھنا کفر کی بات ہے۔اس لئے اس مضمون کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور صحیح راستہ کی رہنمائی فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۸) مبحث ہشتم (اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اور کن لوگوں کو گمراہ کرتا ہے؟)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ o (النحل۔۹۳)

صدق اللّٰه العظيم وصدق رسوله الكريم ونحن علٰى ذٰلك من الشهدين والشكرين۔

ترجمہ: اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور تم جو کچھ اعمال کر رہے ہو ضرور تم سے سوال کیا جائے گا۔

ہدایت کی بنیادی شرط ''تقویٰ'' ہے اور گمراہ ہونے کے لئے بنیادی شرط ''فسق'' ہے۔ تقویٰ اور فسق کے تعلق سے کسی قدر تفصیلی بیان آپ کے سامنے آچکا ہے۔ قرآنِ حکیم ان دو صفات کے علاوہ اور بھی صفات کو بیان کرتا ہے کہ جن کے حاملین کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے یا گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ آج ان صفات کو بیان کیا جائے گا۔

۱) اللہ کی طرف رجوع کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے:

۱) وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ ءَايَةٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَآءُ وَيَهْدِىٓ إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ o ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ ٱللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ ٱللَّهِ تَطْمَئِنُّ ٱلْقُلُوبُ o (الرعد۔ ۲۷،۲۸)

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ ان پر (رسول ﷺ پر) ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی (ان کی طلب کردہ) کیوں نازل نہیں کی گئی؟ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور اس شخص کو ہدایت دیتا ہے جو ہدایت کے لئے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کی یاد سے ان کے دلوں کو اطمینان میسر ہوا۔ خوب سن لو اللہ ہی کی یاد سے دلوں کو اطمینان میسر آتا ہے۔

ہدایت کے لئے بنیادی صفت تو تقویٰ ہے۔ اس کے ماسوا قرآن نے یہ بیان کیا ہے کہ ہدایت پانے والوں کا طرزِ فکر اور عمل کیا ہونا چاہیئے۔ ہدایت کے طلب گاروں کا طرزِ عمل انابت الی اللہ یعنی ہدایت کی طلب سے اللہ کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اس مضمون کی کئی آیات ہیں۔

یہ کفار آپ کی نبوت میں طعن اور اعتراض کے طور پر یوں کہتے ہیں کہ ان پیغمبر پر ہمارا فرمائشی معجزہ ان کے رب کی طرف سے کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ آپ کہہ دیجئے کہ واقعی تمہاری بیہودہ فرمائشوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس

کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے کہ باوجود معجزاتِ کافیہ کے جن میں سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے پھر یہ لوگ فضول مطالبات کرتے ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی قسمت میں گمراہی لکھی ہے۔جس طرح ان ضدی لوگوں کو قرآنِ حکیم جو سب سے بڑا معجزہ ہے ہدایت کے لئے کافی نہ ہوا اور گمراہی ان کے حصہ میں آ گئی اس طرح جو شخص طریقۂ حق کا طالب ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ اس کو ہدایت دیتا ہے۔آگے آیت میں بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر (سب سے بڑا ذکر قرآن) سے ان کے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔

(بیان القرآن)

۲) اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝ (الشوریٰ۔۱۳)

ترجمہ: اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جو اللہ کی طرف ہدایت کے لئے رجوع کرتا ہے اس کو اپنی جانب رہنمائی کرتا ہے۔

ہدایت کے دو طریقے ہیں۔ایک تو یہ کہ اللہ جس کو چاہے بلا اسباب کے اپنی طرف کھینچ لے اور ایمان کی توفیق عطا فرمائے۔دوسرا یہ کہ بندہ ہدایت کا طالب ہو کر اللہ کی طرف رجوع کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف رہنمائی فرما دیتا ہے۔انہی دو طریقوں کو صوفیائے کرام ''جذب'' اور ''سلوک'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

(کشف الرحمٰن)

۳) وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى فَبَشِّرْ

عِبَادِ ۝ الَّذِیۡنَ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَیَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَہٗ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ہَدٰہُمُ اللّٰہُ وَاُولٰٓئِکَ ہُمۡ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۝ (الزمر۔۱۷،۱۸)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے طاغوت کی بندگی سے اجتناب کیا اور ہمہ تن اللہ ہی کی طرف رجوع کیا تو ان کے لئے خوشخبری ہے۔(اے نبی ﷺ) آپ میرے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں اور اس کی اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے۔ یہی لوگ ہیں جو عقل و خرد والے ہیں۔

ب) اللہ کی رضا کے طالب کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے:

یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ قَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمۡ کَثِیۡرًا مِّمَّا کُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡکِتٰبِ وَیَعۡفُوۡا عَنۡ کَثِیۡرٍ قَدۡ جَآءَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ ۝ یَّہۡدِیۡ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ بِاِذۡنِہٖ وَیَہۡدِیۡہِمۡ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۝ (المائدہ۔۱۵،۱۶)

ترجمہ: اے اہلِ کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے جو تمہارے سامنے کتابِ الٰہی کی اکثر باتیں جو تم چھپایا کرتے تھے صاف طور پر ظاہر کرتا ہے اور بہت سی غیر ضروری باتوں کو درگزر کرتا ہے۔ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور واضح کتاب آچکی ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں سلامتی کی راہیں بتاتا ہے اور اپنے حکم سے اندھیروں سے نکال

کر روشنی میں لاتا ہے۔ اور انہیں صحیح راستے پر چلاتا ہے۔

اے اہلِ کتاب تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے رسول محمد ﷺ جن کی بشارتیں تمہاری کتابوں میں ہیں اسی کے مطابق تمہارے پاس تشریف لائے ہیں۔ ان کے علم کی شان یہ ہے کہ جن باتوں کو تم چھپاتے تھے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ ان کا خُلقِ عظیم یہ ہے کہ جن باتوں کو ظاہر کرنا تمہاری رسوائی اور فضیحت کا موجب ہے نظر انداز کرتے ہیں۔ نور سے مراد نبی اکرم ﷺ کی ذات ہے اور کتاب سے مراد قرآنِ مجید ہے۔ بعض مفسرین نے نور سے مراد اسلام اور کتاب سے مراد قرآن لیا ہے۔ اللہ کی طرف سے پیغمبر اور کتاب آ چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دو چیزوں کے ذریعہ سے ہر اس شخص کو ہدایت اور نجات کا راستہ بتاتا ہے جو اس کی رضا کا طالب ہے اور اس کو کفر و معصیت کی تاریکیوں سے نکال کر صحیح عقائد و اعمال کی روشنی میں لاتا ہے۔ تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لانا اللہ کی توفیق اور مشیت کے ماتحت ہی ہوتا ہے۔ جو بندہ اللہ کی رضا کا طالب اور حق کا جویاں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ رحمت کے ساتھ اس کی سرپرستی کرتا ہے اور اس کو گرنے اور بھٹکنے سے بچاتا ہے۔ ہر چند سلامتی کا راستہ ایک ہی ہے چونکہ فنون اور شاخیں بہت ہیں اس لئے لفظ جمع سُبُلَ (راستے) فرمایا گیا ہے۔ دینِ حق زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے جیسے عقائد و افکار، عبادات، معاشرت، معاملات، اخلاق، حکومت و سیاست وغیرہ۔

(کشف الرحمٰن)

ج) اللہ کو مضبوطی سے تھامنے والے کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے:

۱) یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَکُمۡ بُرۡھَانٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ نُوۡرًا مُّبِیۡنًا ؀ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَاعۡتَصَمُوۡا بِہٖ فَسَیُدۡخِلُھُمۡ فِیۡ رَحۡمَۃٍ مِّنۡہُ وَفَضۡلٍ وَّیَھۡدِیۡھِمۡ اِلَیۡہِ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا ؀ (النساء۔۱۷۴،۱۷۵)

ترجمہ: اے انسانو یقیناً تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی دلیل اور صاف اور صریح نور آ گیا ہے۔ پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑا تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عنقریب اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنے تک پہنچنے کی سیدھی راہ چلائے گا۔

برہان سے مراد اللہ کے رسول ﷺ کی ذات ہے۔ جن کی ذاتِ گرامی اپنی صداقت کی خود دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ ہم نے برہان اور صاف اور صریح روشنی تمہاری طرف نازل کی ہے۔ نور سے مراد قرآنِ حکیم ہے جو ہر گمراہی اور تاریکی سے نکالتا ہے۔ پھر جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کو یعنی اس کے دین کو یا اس کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑا تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت کے سائے میں داخل کرے گا اور دامانِ فضل میں جگہ دے گا اور اپنے تک پہنچنے کا سیدھا راستہ چلائے گا۔ (کشف الرحمٰن)

۲) وَمَنۡ یَّعۡتَصِمۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ؀ (آل عمران۔۱۰۱)

ترجمہ: جس نے اللہ کو مضبوطی سے پکڑا تو بے شک اس کی صحیح رہنمائی کی گئی۔

اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے پکڑنے کا مطلب اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑنا ہے اور ماسویٰ اللہ سے یکسو ہوکر صرف اللہ پر توکل کرنا اور اللہ سے تعلق قائم رکھنا ہے۔ جو شخص اللہ سے اپنا تعلق مضبوط رکھے گا تو اس کو سیدھے راستے پر قائم رہنے کی توفیق ہو جاتی ہے۔

ان صفات کے حاملین کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے:

۱) اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے:

۱) وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (البقرہ۔۲۵۸)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

۲) وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَايَشَآءُ ○ (ابراہیم۔۲۷)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ظلم کے معنی کسی شئے کو اس کے اصل مقام سے ہٹا کر دوسرے مقام پر رکھنا ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے ناانصافی، کوتاہی، زیادتی، لغزش، گناہ سب ظلم میں شامل ہیں۔ ظلم کی تین قسمیں ہیں: ۱) ایک ظلم وہ ہے جو انسان اللہ کے حق میں کرے، جیسے شرک، کفر و نفاق وغیرہ۔ ۲) دوسرا وہ ظلم جو ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ کرے اور ۳) تیسرا ظلم وہ ہے جو انسان خود اپنے نفس پر کرے۔

قرآنِ حکیم میں آٹھ مقامات (سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵۱، سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۴۴، سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۹، سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۹، سورۂ قصص کی

آیت نمبر ۵۰، سورۂ احقاف کی آیت نمبر ۱۰، سورۂ صف کی آیت نمبر ۷، اور سورۂ جمعہ کی آیت نمبر ۵) پر اس مضمون کی آیات آئی ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

ب) اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا:

۱) وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○ (البقرہ۔۲۶۴)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ انکار کرنے والوں (کافروں) کو ہدایت نہیں دیتا۔

۲) كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ○ (الغافر۔۷۴)

ترجمہ: اور اس طرح اللہ تعالیٰ کافروں کو گمراہ کر دیتا ہے۔

قرآنِ حکیم میں پانچ مقامات (سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۶۷، سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۳۷، سورۂ نحل کی آیت نمبر ۱۰۷، اور سورۂ زمر کی آیت نمبر ۳) پر اس مضمون کی آیت آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ انکار کرنے والوں (کافروں) کو ہدایت نہیں دیتا۔

ج) اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا:

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○ (المائدہ۔۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

یہ آیت قرآنِ کریم میں پانچ مقامات (سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۰۸، سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۲۴، سورۂ توبہ۔۸۰، سورۂ صف کی آیت نمبر ۵، اور سورۂ منافقون کی آیت نمبر ۶) پر آئی ہے۔

د) اللہ تعالیٰ جھوٹوں کو ہدایت نہیں دیتا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ٥ (الزمر۔۳)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور حق کو نہ ماننے والا ہے۔

ہ) اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا:

۱) وَكَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنۡ هُوَ مُسۡرِفٌ مُّرۡتَابٌ ٥ (المومن۔۳۴)

ترجمہ: اور اس طرح اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والے اور شک میں پڑنے والوں کو گمراہ کر دیتا ہے۔

۲) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ هُوَ مُسۡرِفٌ كَذَّابٌ ٥ (مومن۔۲۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہیں کرتا جو حد سے گزرنے والا اور بہت جھوٹا ہے۔

و) اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا:

وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ كَيۡدَ الۡخَآئِنِيۡنَ ٥ (یوسف۔۵۲)

ترجمہ: اور بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو صحیح راہ نہیں دکھاتا۔

ز) خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا:

۱) اَفَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمۡعِهٖ وَقَلۡبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنۡ يَّهۡدِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ٥

(الجاثیہ۔۲۳)

ترجمہ: (اے نبی ﷺ) بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا کہ جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا خدا بنالیا ہے اور اللہ نے اس کو صحیح علم کے بعد گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں پر، اس کے دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اللہ کے بعد اس کو کون صحیح راستہ دکھا سکتا ہے؟ پھر کیا تم لوگ نصیحت نہیں حاصل کر سکتے؟

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ایسی صفات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے جو گمراہی کا سبب بنتی ہیں اور ایسی صفات اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو ہدایت کا ذریعہ بنتی ہیں اور ہم سب کو صحیح راستے پر چلا کر مرتے دم تک اسی پر قائم رکھے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۹) مبحث نہم (ہدایت کا دارومدار مشیتِ الٰہی پر ہے)

۱) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ o وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَo
(یونس۔۹۹،۱۰۰)

صدق الله العظيم وصدق رسوله الكريم ونحن علٰى ذٰلك من الشهدين والشكرين۔

ترجمہ: اگر آپ کا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین پر ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔کیا آپ ان لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کریں گے؟ حالانکہ کسی شخص کا ایمان لانا اللہ کے حکم کے بغیر ممکن نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کفر کی گندگی میں مبتلا کر دیتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔

دنیا میں جو کچھ بھی اچھا یا برا ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ہو رہا ہے۔اسی طرح کسی فرد یا قوم کی ہدایت یا ضلالت کا معاملہ بھی اللہ کی مشیت کے ماتحت ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ پاک میں یہ بات بیان کی ہے کہ کن صفات کے حاملین کو ہدایت سے نوازتا ہے اور کن صفات کے حاملین کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ واختیار دیا ہے جس کو استعمال کر کے ہر انسان صحیح

راستہ بھی اختیار کر سکتا ہے اور غلط بھی۔ یہ دنیا کی زندگی ایک آزمائش ہے کہ وہ اپنے
ارادہ اور اختیار استعمال کر کے کون سا راستہ اختیار کرتا ہے۔ بندوں پر جبر اور اکراہ
کر دیا جائے تو آزمائش بے معنی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے باطن اور
ضمیر میں حق و باطل کی تمیز بھی رکھی ہے۔ انبیائے کرامؑ کو مبعوث کیا اور آسمانی کتابیں
نازل کیں جس کے ذریعہ سے حق کا راستہ بالکل واضح کر دیا تاکہ انسان اپنے اختیار
سے حق کو قبول کرے یا رد کرے۔ اس آزمائش کا نتیجہ عالمِ آخرت میں نکلے گا۔

تلاوت کردہ آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرما رہا ہے کہ آپ کے رب
کو منظور ہوتا تو زمین کے سارے لوگ ایمان لے آتے تو کیا آپ ان کو زبردستی
ایمان قبول کرنے پر مجبور کریں گے؟ حالانکہ بغیر حکمِ خداوندی اور مشیتِ الٰہی کے کوئی
ایمان نہیں لا سکتا۔ جو لوگ اللہ کی دی ہوئی عقل سے کام نہیں لیتے یہی لوگ ہیں جن
کے متعلق اللہ کی مشیت یہ ہوتی ہے کہ ان کو کفر کی گندگی میں چھوڑ دیا جائے۔

۲) وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ
رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ
اَجْمَعِيْنَ ۝ (ہود۔۱۱۸،۱۱۹)

ترجمہ: اور آپ کا رب چاہتا تو سارے لوگوں کو ایک ہی ملت پر کر دیتا لیکن لوگ ہمیشہ
آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے مگر وہی لوگ بچیں گے جن پر تیرا رب رحم کرے۔
اللہ نے ان کو اسی لئے پیدا کیا ہے۔ آپ کے رب کی بات پوری ہوئی کہ میں جنوں اور

انسانوں سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

اللہ کی حکمتِ تکوینی اس کو مقتضی نہیں ہوئی کہ سارے انسانوں کو ایک راستے پر ڈال دیتا۔اسی لئے حق کے قبول کرنے اور نہ کرنے میں ہمیشہ اختلاف رہتا ہے اور رہے گا۔مگر فی الحقیقت اختلاف اور پھوٹ ڈالنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے صاف اور صریح فطرت کے خلاف حق کو جھٹلایا۔اگر فطرتِ سلیمہ کے موافق سب چلتے تو کوئی اختلاف نہ ہوتا۔اسی لئے ''اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ رَبُّكَ'' (مگر وہی لوگ جن پر تیرا رب رحم کرے) سے متنبہ فرمادیا کہ جن پر خدا نے ان کی حق پرستی کی بدولت رحم کیا وہ اختلاف کرنے والوں سے مستثنیٰ ہیں۔ (تفسیرِ عثمانی)

۳) وَّالۡخَيۡلَ وَالۡبِغَالَ وَالۡحَمِيۡرَ لِتَرۡكَبُوۡهَا وَزِيۡنَةً وَيَخۡلُقُ مَالَا تَعۡلَمُوۡنَ ٥ وَعَلَى اللّٰهِ قَصۡدُ السَّبِيۡلِ وَمِنۡهَا جَآئِرٌ وَلَوۡ شَآءَ لَهَدٰكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ٥ (النحل۔۹،۸)

ترجمہ: اور اس نے گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا کئے تا کہ تم ان پر سوار ہوا کرو اور تمہارے لئے زینت کا موجب ہوں اور وہ ایسی چیزیں پیدا کرتا ہے جس کو تم نہیں جانتے۔اور اللہ تک پہنچتی ہے سیدھی راہ اور راستوں میں بعض راستے ٹیڑھے بھی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیتا۔

آیت نمبر ۸ میں ذکر ہے کہ تم حیوانات کی پیٹھ پر سوار ہوتے ہو اور وہ تمہیں مع سامان واسباب کے سخت اور کٹھن منزلیں طئے کرا کے منزلِ مقصود تک پہنچا دیتے ہیں۔یہ بدنی اور حسی سیر وسفر کا حال ہوا، اسی مناسبت سے آیت نمبر ۹ میں روحانی اور

معنوی سیر و سیاحت کی طرف کلام منتقل ہو گیا یعنی جس طرح زمینی راستے طے کر کے منزلِ مقصود تک پہنچتے ہو ایسے ہی خدا تک پہنچنے کا سیدھا راستہ بھی کھلا ہوا ہے۔ جس کی سمجھ سیدھی ہوگی وہ مذکورہ بالا دلائل و بصائر میں غور کر کے حق تعالیٰ کی قدرت، عظمت و جبروت پر ایمان لائے گا اور تقویٰ اور توحید کی سیدھی راہ چل کر بے کھٹکے خدا تک پہنچ جائے گا لیکن جس کی عقل سیدھی نہیں ہے اسے سیدھی سڑک پر چلنے کی توفیق کہاں ہو سکتی ہے؟ وہ ہمیشہ اہواء (خواہشات) واوہام (فاسد خیالات اور وساوس) کی پیچدار پگڈنڈیوں میں پڑا بھٹکتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے عاجز نہیں تھا کہ سارے انسانوں کو ایک ہی راہ پر لگا دیتا لیکن اس کی حکمتِ تکوینی مقتضی نہیں ہوئی کہ سب کو ایک ہی دین اختیار کرنے پر مجبور کرے۔ (تفسیرِ عثمانی)

۴) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوااللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ فَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ o (النحل۔۳۶)

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (جھوٹے معبودوں اور گمراہ کرنے والوں) سے بچو پس ان میں سے بعض وہ تھے جن کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض ان میں سے وہ ہوئے جن پر گمراہی ثابت ہوئی۔ پس تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا برا انجام ہوا!

بلاشبہ ہم ہر قوم میں اس مقصد کے لئے رسول کو بھیجتے رہے کہ ایک اللہ کی بندگی

کرو اور جھوٹے معبودوں اور گمراہ کرنے والے لوگوں سے بچتے رہو۔ پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت بخشی اور ان کی رہنمائی فرمائی اور کچھ وہ لوگ ہیں جن پر گمراہی ثابت ہو چکی ہے۔ پس تم زمین میں سیر کر کے دیکھو کہ ان جھٹلانے والوں کا کیسا برا انجام ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حسنِ استعداد کی بنیاد پر کچھ لوگوں کو ہدایت کی توفیق دی اور کچھ لوگوں کو قصورِ استعداد اور سوءِ اختیار کی بنیاد پر گمراہ کر دیا۔

۵) اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا o وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا o يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا o (الدھر۔۳۱-۲۹)

ترجمہ: بے شک یہ ایک نصیحت ہے پھر جو شخص چاہے اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرے اور تم نہیں چاہو گے مگر وہی جو اللہ چاہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑے علم والا اور حکمت والا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ جبر وزور سے منوا دینا آپ کا کام نہیں ہے پس اس قرآن کے ذریعہ سے نصیحت کر دیجئے آگے ہر ایک کو اختیار ہے جس کا جی چاہے اپنے رب کی خوشنودی تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرے۔ تمہارا چاہنا بھی اللہ کے چاہے بغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ بندہ کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس کی استعداد اور قابلیت کس قسم کی ہے اسی کے مطابق اس کی مشیت کام کرتی ہے۔ پھر

جس کو اپنی مشیت سے راہِ راست پر لائے اور جس کو گمراہی میں پڑا چھوڑ دے عین حکمت وصواب ہے۔ جس کی استعداد اچھی ہوگی ان کو نیکی پر چلنے کی توفیق دے گا اور اپنی رحمت اور فضل کا مستحق بنائے گا۔ ''اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اللہ کی مشیت اندھی بانٹ کی طرح ہے۔ جو شخص جس کا اہل اور حقدار ہوتا ہے وہی اس کو دی جاتی ہے''۔ چنانچہ سورۂ فتح میں فرمایا گیا:

فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ وَعَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَاَلۡزَمَهُمۡ كَلِمَةَ التَّقۡوٰى وَكَانُوۡۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهۡلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا۝ (الفتح۔۲۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے رسول پر اور ایمان والوں پر اطمینان نازل کیا اور ایمان والوں کو تقوی کی بات پر جمائے رکھا اور وہی اس کے زیادہ حقدار تھے اور حقیقی اہل تھے۔ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ (کشف الرحمٰن)

۶) اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۝ لِمَنۡ شَآءَ مِنۡكُمۡ اَنۡ يَّسۡتَقِيۡمَ۝ وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ۝ (التکویر۔۲۹-۲۷)

ترجمہ: یہ (قرآن) تو سارے جہاں والوں کے لئے نصیحت ہے اور تم میں جو شخص بھی چاہے سیدھا راستہ اختیار کرے اور تم جب ہی چاہو گے جب کہ اللہ رب العالمین چاہے۔

یہ قرآن فی نفسہٖ نصیحت ہے ان لوگوں کے لئے جو سیدھا راستہ چلنا چاہیں اور عناد وکج روی نہ اختیار کریں کیونکہ ایسے لوگ ہی نصیحت سے منتفع ہوتے ہیں۔ قرآن تو

نصیحت ہے لیکن اس کی تاثیر مشیتِ الٰہی پر موقوف ہے۔ جس شخص کے متعلق اللہ کی مشیت ہوتی ہے وہ کامیاب ہوجاتا ہے اور کسی شخص کی شقاوت اور خرابی استعداد کے باعث اس کی مشیت نہیں ہوتی تو وہ نصیحت قبول کرنے سے محروم رہ کر گمراہی کا شکار ہوجاتا ہے۔ (کشف الرحمٰن)

۷) اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ۚ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ○ (القصص۔۵۶)

ترجمہ: بے شک آپ جس کو چاہتے ہیں ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ راہ پر آنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

یہ آیت حضورِ اکرم ﷺ کے چچا ابوطالب کے تعلق سے نازل ہوئی۔ آپ ﷺ کی بے انتہاء خواہش اور کوشش رہی کہ وہ کلمہ پڑھ لیں مگر انہوں نے کلمہ پڑھنے سے انکار کیا اور ان کی موت کفر پر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جس کو چاہتے ہیں اس کو ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ جس کو چاہتا ہے اس کو ہدایت دیتا ہے۔ نبی کا کام انذار و تبلیغ ہے اور بس۔ تبلیغ و انذار کے بعد یہ لازم نہیں ہے کہ وہ ضرور آپ کی بات قبول کرے گا۔ کون ہدایت قبول کرے گا اور کون رد کرے گا یہ آپ ﷺ کے اختیار سے خارج ہے۔ یہ اللہ کے اختیار میں ہے کہ اسے قبولِ حق اور اصول الی اللہ کی توفیق بخشے۔ (کشف الرحمٰن)

۸) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوۡمًاۢ بَعۡدَ اِذۡ هَدٰٮهُمۡ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمۡ مَّا يَتَّقُوۡنَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ۝ (التوبہ۔۱۱۵)

ترجمہ: اور اللہ کا دستور نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کرے یہاں تک کہ ان کو وہ باتیں کھول کر بیان نہ کردے جس سے ان کو بچنا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔

اتمام حجت اور اظہارِ حق سے پہلے اللہ کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ گمراہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے صاف احکام بیان کر چکا پھر امتثال نہ کیا جائے۔

مشیتِ الٰہی اور مرضی کا فرق:

اِنۡ تَکۡفُرُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنۡکُمۡ وَلَا یَرۡضٰی لِعِبَادِہِ الۡکُفۡرَ وَاِنۡ تَشۡکُرُوۡا یَرۡضَہُ لَکُمۡ وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ مَّرۡجِعُکُمۡ فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ اِنَّہٗ عَلِیۡمٌ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ۝ (الزمر۔۷)

ترجمہ: اگر تم کفر کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ تم سے بے پرواہ ہے اور اپنے بندوں کے کفر سے راضی نہیں ہے اگر تم شکر کرو تو اللہ اس سے راضی ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر وہ تم کو بتائے گا تم کیا کرتے رہے ہو۔ بے شک وہ تو دلوں کی باتوں تک سے واقف ہے۔

کائناتِ عالم کے تمام واقعات مشیتِ الٰہی کے تحت انجام پاتے ہیں چاہے وہ اچھے ہوں یا برے، لیکن اللہ تعالیٰ برے کاموں اور برے لوگوں سے راضی نہیں

ہے اور اچھے اعمال اور اچھے لوگوں سے وہ راضی ہے۔ اگر کوئی کفر کرے تو اسے کوئی پرواہ نہیں اور نہ اس کا کچھ ضرر ہے اور نہ وہ کسی کی عبادت کا محتاج ہے۔ اس کو اپنے بندوں کا کفر و شرک کرنا جس میں انہی کا نقصان ہے پسند نہیں ہے۔ اگر تم اللہ کا حق مان کر اس کی اطاعت قبول کرو تو اللہ تعالیٰ اس شکر کو پسند کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں صحیح راستہ چلائے اور اسی پر ہمارا خاتمہ کرے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۰) مبحث دہم (اللہ تعالیٰ کا نورِ ہدایت)

۱) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ (النور۔۳۵)

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علیٰ ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے، اس طاق میں ایک چراغ ہے، چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہے اور وہ قندیل ایسا ہے جیسا چمکتا ہوا تارہ اور وہ چراغ ایک بابرکت درخت کے تیل سے کہ وہ زیتون ہے روشن کیا جاتا ہے۔اس درخت کا رخ نہ مشرق کی طرف ہے نہ مغرب کی طرف۔قریب ہے کہ وہ تیل خواہ اس کو آگ بھی نہ چھوئے بھڑک اٹھے گا۔آگ کے مس ہونے پر روشنی پر روشنی پیدا ہوگی۔اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور تک صحیح راستہ دکھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو سمجھانے کے لئے ایسی مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ

ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

آیتِ نور سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے کہ اللہ کی ذات کو نور سمجھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسم وجسمانیات سے بری ہے۔نور کی تعریف امام غزالیؒ نے یہ فرمائی ہے: ''الظاهر بنفسه والمظهر بغيره'' (نور وہ ہے جو اپنی ذات سے ظاہر اور روشن ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر وروشن کرنے والا ہو)۔لفظ نور کا اپنے لغوی اور عرفی معنی کے اعتبار سے حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات پر اطلاق نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ جسم وجسمانیات سے بری اور وراء الوریٰ ہے۔ باتفاقِ مفسرین اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ نور کا جو اطلاق ہوا ہے وہ مُنَوِّر (روشن کرنے والا) کے معنی میں ہے یا پھر صیغۂ مبالغہ کی طرح ہے کہ صاحبِ نور کو نور، صاحبِ کرم کو کرم، صاحبِ عدل کو عدل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔نور سے مراد نورِ ہدایت ہے۔

اللہ تعالیٰ آسمانوں میں رہنے والوں اور زمین میں رہنے والوں کو نورِ ہدایت دینے والا ہے یعنی کل عالم کو اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔اس کے نورِ ہدایت کی عجیب مثال ہے جیسے ایک طاق ہے اور اس میں ایک چراغ رکھا ہوا ہے اور وہ چراغ ایک شیشے کے قندیل میں ہے اور وہ قندیل ایسا صاف وشفاف ہے جیسا کہ ایک چمکتا ہوا ستارہ۔ وہ چراغ ایک نہایت مفید درخت کے تیل زیتون سے روشن کیا جاتا ہے۔درخت کے نہ مشرق میں کوئی آڑ ہے اور نہ مغرب میں کوئی آڑ ہے کہ سورج کی دھوپ کو روکے۔ وہ ایک کھلے میدان میں ہے جہاں دن بھر دھوپ پڑتی رہتی ہے۔

لہٰذا ایسے درخت کا تیل بہت ہی صاف اور لطیف ہوتا ہے۔اس قدر لطیف ہوتا ہے کہ اگر آگ بھی نہ چھوئے تو بھڑک اٹھے گا پھر جب اس کو آگ لگتی ہے تو نُورٌ عَلٰی نُور (نور پر نور) ہو جاتا ہے۔ایک تو تیل میں خود نور کی قابلیت تھی پھر آگ لگ گئی تو چمک اٹھا۔ یہاں جن چیزوں کا اجتماع (Combination) ہے ایک تو چراغ جو شیشے کے قندیل میں ہے جو خود چمک رہا ہے، چراغ ایسے طاق میں ہے جو ایک طرف سے بند ہے جہاں شعائیں سمٹ کر ایک جگہ جمع ہوتی ہیں۔ چراغ کے اندر جو تیل ہے وہ صاف، لطیف اور دھوئیں سے پاک ہے۔اس طرح بہت سی روشنیاں جمع ہوگئیں تو نُورٌ عَلٰی نُور فرمایا گیا۔یہ مثال مومن کے دل کی ہے۔اللہ تعالیٰ جب نورِ ہدایت اس کے دل میں ڈالتا ہے تو وہ پورے انشراح کے ساتھ حق کو قبول کر کے آگے بڑھتا ہے۔ ہر وقت احکام پر عمل کرنے کے لئے تیار رہتا ہے جیسے زیتون کا تیل آگ لگنے سے پہلے روشنی حاصل کرنے کے لئے مستعد رہتا ہے۔مومن بھی احکامِ الٰہی پر پہلے ہی سے عمل کرنے کے لئے مستعد رہتا ہے۔ جب اس کو علم حاصل ہوتا ہے تو نورِ عمل یعنی عملِ پختہ کے ساتھ نورِ علم بھی مل جاتا ہے جس سے فوراً ہی وہ اس کو قبول کر لیتا ہے۔پس علم وعمل جمع ہو کر نُورٌ عَلٰی نُور کا مصداق ہو جاتا ہے اور یہ نہیں ہوتا کہ علم واحکام آنے کے بعد اس کو تامل وتردد ہو، اگر نفس کے موافق پایا تو قبول کر لیا نہیں تو رد کر دیا! مومن کے شرح صدر کی مثال کو سورۂ زمر اور سورۂ انعام میں اس طرح سے بیان کیا گیا ہے۔ (بیان القرآن)

۱) اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَۃِ قُلُوْبُھُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ o اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِاللّٰہِ ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍo
(الزمر۔۲۲،۲۳)

ترجمہ: بھلا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو اور وہ اپنے رب کی طرف سے عطا کردہ روشنی میں ہو تو کہیں یہ کسی سخت دل کے برابر ہو سکتا ہے جن لوگوں کے لئے خرابی ہے، جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہیں؟ یہی لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے جس کے مضامین ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور باتیں دوہرا کر بیان کی گئی ہیں۔ اس کتاب سے ان لوگوں کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ کتابِ مذکور اللہ کی ہدایت ہے، وہ اس کے ذریعہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

۲) فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّہٗ یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ کَذٰلِکَ یَجْعَلُ اللّٰہُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ o وَھٰذَا صِرَاطُ رَبِّکَ مُسْتَقِیْمًا قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّذَّکَّرُوْنَ o

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○ (الانعام۔۱۲۷-۱۲۵)

ترجمہ: اللہ جس شخص کو راہِ راست پر چلانا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کے سینے کو بہت ہی تنگ کر دیتا ہے۔ ایمان لانا اس کو ایسی مصیبت معلوم ہوتا ہے گویا آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر رجس (لعنت وعذاب) مسلط کر دیتا ہے۔ یہ دینِ اسلام آپ کے رب کا بتایا ہوا سیدھا راستہ ہے۔ تحقیق ہم نے دلائل سے مفصل ان لوگوں کو بیان کر دیا ہے جو نصیحت کو قبول کرتے ہیں۔ ان کے طرزِ عمل کی وجہ سے جو انہوں نے اختیار کیا ہے ان کے لئے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور وہی ان کا دوست اور مددگار ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ سے اس آیت کی جو تفسیر بیان کی گئی ہے وہ اس طرح ہے: ''هوالمومن الذى جعل الله الايمان والقران فى صدره فضرب الله مثله فقال الله نورالسموت والارض فبدأ بنور نفسه ثم ذكر نورالمؤمن فقال مثل نور من اٰمن به فكان ابى بن كعب يقرأ ها مثل نور من اٰمن به''

(ابن کثیر)

یعنی یہ مثال اس مومن کی ہے جس کے دل میں اللہ نے ایمان اور قرآن کا نورِ ہدایت ڈال دیا ہے۔ پہلے تو فرمایا کہ اللہ نے خود اپنے نور کا ذکر فرمایا الله نور السمٰوٰت والارض پھر قلبِ مومن کے نور کا ذکر فرمایا ''مثل نوره'' ابی بن کعبؓ کی قرأت

مثل نور من اٰمن بہٖ کی ہے۔سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ ابنِ عباسؓ سے بھی یہی روایت ہے۔حاصل مثال کا یہ ہے کہ مومن کا سینہ ایک طاق کی مثال ہے،اس کا دل ایک قندیل کی مثال ہے اوراس میں شفاف روغنِ زیتون تیل فطری نورِ ہدایت کی مثال ہے جو مومن کی فطرت میں ودیعت رکھا گیا ہے جس کا خاصہ خود بخود قبولِ حق کا ہے جس طرح روغنِ زیتون آگ کے شعلہ کو قبول کر کے خود روشن ہوتا ہے اور دوسروں کو روشن کرتا ہے اسی طرح فطری نورِ ہدایت جو ایمان والے کے دل میں رکھا گیا ہے وحیِ الٰہی اور علمِ الٰہی کے ساتھ اس کا اتصال ہو جاتا ہے تو خود روشن ہو کر عالم کو روشن کرنے لگتا ہے۔ (معارف القرآن)

طلبِ نور کے لئے نبی ﷺ کی دعائیں:

نبی ﷺ نے طلبِ نور کے لئے اللہ تعالیٰ سے جو دعائیں کی ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نور سے مراد نورِ ہدایت ہے اور گمراہیوں کے ظلمات (اندھیروں) میں ہدایت کا روشن راستہ ہے۔ایک حدیث میں آتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ خَلْقَهٗ فِیْ ظُلْمَةٍ ثُمَّ اَلْقٰی عَلَيْهِمْ مِّنْ نُّوْرِهٖ فَمَنْ اَصَابَهٗ مِنْ نُوْرِهٖ يَوْمَئِذٍ اهْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَاهٗ ضَلَّ (فتح الباری)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو اندھیرے میں پیدا کیا پھر ان پر اپنا نور ڈالا۔اس کا نور جس شخص پر بھی پڑا وہ ہدایت یافتہ ہو گیا اور جس پر اس کا نور پڑنے سے رہ گیا وہ گمراہ ہو گیا۔

۱) آپ ﷺ نے طائف سے لوٹتے ہوئے جو دعا کی اس کے آخری الفاظ یہ ہیں:
اَعُوذُ بِنُورِ وَجھِكَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَیْهِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اَنْ یَّحُلَّ بِیْ غَضَبُكَ اَوْ یَنْزِلَ بِیْ سَخُطُكَ لَكَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (تیری ذات کے نور سے پناہ مانگتا ہوں جس سے تمام ظلمتیں منور ہو جاتی ہیں اور دنیا و آخرت کے کام سدھر جاتے ہیں۔ میں اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب اور تیری ناراضگی مجھ پر اترے، تجھے راضی کرنا ہی مجھے مقصود ہے۔ شر سے بچنے کی طاقت اور خیر کرنے کی قدرت دینے والا سوائے اللہ کے کوئی نہیں)۔

۲) آپ ﷺ صبح کی نماز کے لئے مسجد کو جاتے ہوئے آسمان کی طرف نگاہ کر کے یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا فِیْ قَلْبِیْ وَنُوْرًا فِیْ قَبْرِیْ وَنُوْرًا مِّنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَنُوْرًا مِّنْ خَلْفِیْ وَنُوْرًا عَنْ یَّمِیْنِیْ وَنُوْرًا عَنْ شِمَالِیْ وَنُوْرًا مِّنْ فَوْقِیْ وَنُوْرًا مِّنْ تَحْتِیْ وَنُوْرًا فِیْ سَمْعِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَصَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ شَعْرِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَشَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ لَحْمِیْ وَنُوْرًا فِیْ دَمِیْ وَنُوْرًا فِیْ مُخِّیْ وَنُوْرًا فِیْ عِظَامِیْ۔ اَللّٰھُمَّ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِیْ نُوْرًا وَّزِدْنِیْ نُوْرًا وَّزِدْنِیْ نُوْرًا وَّزِدْنِیْ نُوْرًا (اے اللہ نور ڈال میرے دل میں، میری قبر میں، میرے سامنے نور، میرے پیچھے نور، میرے دائیں نور، میرے بائیں نور، میرے اوپر نور، میرے نیچے نور، میرے کانوں میں نور، میری آنکھوں میں نور اور میرے روئیں روئیں میں نور، میرے پوست میں نور، میرے گوشت میں نور، میرے خون میں نور، میرے دماغ میں نور،

میری ہڈیوں میں نور، اے اللہ میرے نور کو بڑھا دے اور مجھے نور عطا کر اور مجھے تو سراپا نور بنا دے۔ میرے نور کو زیادہ کر میرے نور کو زیادہ کر میرے نور کو زیادہ کر)۔

اللہ زمین و آسمان کا نور ہے اس مثال کو صحابہ اور تابعین نے قلبِ مومن کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے وہ اس لئے کہ مومن ہی اللہ کے نورِ ہدایت سے فائدہ اٹھاتا ہے ورنہ وہ فطری نورِ ہدایت جو ابتداءِ تخلیق کے وقت انسان کے قلب میں رکھا جاتا ہے وہ مومن کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ ہر انسان کی فطرت اور جبلت میں وہ نورِ ہدایت رکھا جاتا ہے۔ اسی کا اثر ہے کہ دنیا کی ہر قوم اور ہر مذہب کے لوگ خدا کے وجود کو اور اس کی قدرت کو مانتے ہیں سوائے چند مادہ پرستوں کے جن کی فطرت مسخ ہوگئی ہے یا جنہوں نے اپنے فطری نور کو اپنی غلط حرکات سے مٹا ڈالا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آیت کے شروع میں عطائے نور کو تو عام فرمایا گیا اللّٰه نور السمٰوٰت والارض (اللہ تعالیٰ آسمان والوں اور زمین والوں کے لئے نور ہے) مومن اور کافر کی کوئی تخصیص نہیں ہے اور آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ یهدی الله لنوره من یشآء (اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے) یہاں مشیتِ الٰہی کی قید اس نورِ فطرت کے لئے نہیں ہے جو ہر انسان میں رکھا گیا ہے بلکہ نورِ قرآن کے لئے ہے جو ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتا بجز کچھ خوش نصیب لوگوں کے جن کو اللہ کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے ورنہ انسان کی کوشش بھی بلا توفیقِ الٰہی کے بے کار بلکہ بعض اوقات مضر ثابت ہو جاتی ہے۔ (معارف القرآن)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے نورِ فطرت کو باقی رکھے اور اپنے نورِ ہدایت سے ہمیں ہدایت نصیب فرمائے اور اس پر قائم فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۱) مبحث یازدہم (اللہ رب العالمین کی وصیت)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوْا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ o وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ o وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ o

(الانعام۔۱۵۳-۱۵۱)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: آپ ان سے فرمایئے کہ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں۔ وہ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اپنی اولاد کو افلاس کے خوف سے قتل مت کرو ہم تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کی طرف مت جاؤ خواہ وہ

علانیہ ہو یا پوشیدہ۔ کسی جان کو جس کو اللہ نے حرمت والی ٹھہرایا ہے قتل مت کرو ہاں کسی شرعی حق کی بناء پر۔ یہ باتیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔ اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو بہترین ہو یہاں تک کہ وہ یتیم جوانی کو پہنچ جائے۔ ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو، کسی شخص کو ہم اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتے۔ جب بات کہو تو انصاف کی بات کہو چاہے وہ صاحبِ معاملہ اپنا قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کا اللہ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ (آپ یہ بھی فرما دیجئے کہ) یہ بیان کردہ احکام ہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اسی راہ پر چلو اور تم دوسری راہوں پر مت چلو ورنہ وہ تم کو اللہ کے راستے سے جدا کر دیں گی۔ اس بات کا اللہ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم کج روی سے بچ جاؤ۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہوئی حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے سیدھے راستے کی جو مثال ایک خط کھینچ کر دی تھی اور پھر آخر میں آپ نے یہی آیت وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا ۔۔۔ تلاوت فرمائی تھی۔

ان آیات کی اہم نکات:

۱) آیت میں وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا (یعنی یہ میرا سیدھا راستہ) کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور حضور ﷺ کو حکم ہوا کہ لوگوں سے کہہ دیں کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ راستہ تو حقیقت میں اللہ کا ہے جیسا کہ دوسری

جگہ فرمایا گیا:

اِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ صِرَاطِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ (بے شک آپ صراطِ مستقیم کی رہنمائی کررہے ہیں جو اس خدا کا راستہ ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ سورۂ زخرف) مگر اللہ تعالیٰ کے راستے کے داعی اور ہادی حضور پرنور ہی ہیں۔ آپ ہی کی ہدایت اور رہنمائی سے راستہ طے ہوتا ہے اس لئے راستہ کو آپ کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں دینِ اسلام کو حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہے: قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْ اَدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ (آپ کہہ دیجئے کہ یہی میرا راستہ ہے جس کی طرف میں پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور جو میری پیروی کرنے والے ہیں وہ بھی۔ سورۂ یوسف)۔ اس اضافت میں سالکانِ راہِ آخرت کو تسلی دینا مقصود ہے کہ تم گھبرانا نہیں میں بھی اسی راستے پر چل رہا ہوں اور اسی راستے پر چل کر ہم سب خدا تک پہنچیں گے مگر شرط یہ ہے کہ تم میرے پیچھے پیچھے چلو میرے بغیر خدا کا راستہ قطع نہیں ہو سکتا۔

گر ہوائے ایں سفر داری دلا — دامنِ رہبر بگیر و پس برآ

بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق — عمر بگذشت و نشد آگاہِ عشق

(اے دل اگر تجھے اس راستے کو طے کرنے کا ارادہ ہے تو صحیح رہبر کا دامن پکڑ اور اس کے پیچھے چل)

(جو بھی اس راہِ عشق میں بغیر ساتھی (رہبر) کے چلا عمر ختم ہوگئی مگر عشق سے آگاہ نہ ہوسکا)

۲) مستقیم سے مراد وہ راستہ ہے جو اقصر اور اقرب ہے یعنی جو مختصر، بے خطر اور قریبی ہے۔ صراط سے مراد وہ تمام اعمال ہیں جو معینِ آخرت، اور مفید اور مقصود ہوں اور لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ میں وہ تمام اعمال مراد ہیں جو مانع الآخرت (آخرت کے لئے رکاوٹ) ہیں اور مضر الآخرت (آخرت کے لئے نقصان دہ) ہیں۔

۳) قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ۔۔۔۔ (آپ ان سے فرمایئے کہ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں۔۔۔۔) سے وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا (اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے) تک تین آیتیں ہیں۔ ہر آیت کے ختم پر اللہ تعالیٰ نے ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ (اللہ نے ان باتوں کا تاکیدی حکم دیا ہے) فرمایا ہے۔ پہلی آیت میں جن پانچ امور کا ذکر ہے وہ اعتقادی امور ہیں اس لئے اعتقادی امور کی غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (تاکہ تم عقل سے کام لو) فرمایا کیونکہ اعتقاد کا تعلق عقل سے ہے۔ دوسری آیت احکام عمل سے متعلق جس میں سہو و غلفت کا اندیشہ تھا اس لئے وہاں لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (تاکہ تم نصیحت حاصل کرو) فرمایا۔ تیسری آیت میں عام امور کا بیان تھا اس لئے وہاں لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (تاکہ تم غلط روی سے بچ جاؤ) کا لفظ مناسب تھا کیونکہ تقویٰ بھی شرعاً عام ہے جس کا تعلق عقائد اور اعمال سب سے یکساں ہے۔

۴) ان تین آیات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو بیان کیا ہے جن کو کافروں نے حرام قرار دیا تھا۔ ان تین آیات میں اللہ کی حرام کردہ چیزوں کا بیان ہے جو

بالترتیب دس چیزیں ہیں۔ ان تین آیات کے بعد حضرت موسیٰؑ کو تورات دیئے جانے کا ذکر ہے۔ ان تین آیات میں جو باتیں آئی ہیں وہی تورات کے احکامِ عشرہ (Ten Commandments) ہیں۔ ان دس احکام میں اللہ تعالیٰ نے معاش اور معاد کی صدہا حکمتیں رکھی ہیں۔

۱) خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

۲) ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کرو اور ان کے ساتھ برائی نہ کرو۔

۳) اپنی اولاد کو فقر اور تنگدستی کے خیال سے قتل نہ کرو۔

۴) بے حیائیوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔

۵) کسی کا ناحق خون نہ کرو۔

۶) یتیموں کے مال میں ناحق تصرف نہ کرو۔

۷) ناپ تول میں کمی نہ کرو۔

۸) ناانصافی کی بات نہ کرو۔

۹) اللہ کے عہد کو پورا کرو خلافِ عہد کوئی کام نہ کرو۔

۱۰) صراطِ مستقیم کا اتباع کرو سیدھے راستے سے ہرگز نہ ہٹو۔ (معارف القرآن ادریسی)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس کی وصیت کو قبول کرنے اور مرتے دم تک اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆تمت بالخیر☆☆☆☆☆

ڈاکٹر سید محمود قادری کی تالیفات

۱) توفیق ایزدی:

خود نوشت سوانح حیات جس میں انہوں نے پہلے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ کن علماء سے دینی تعلیم حاصل کی پھر حق کی یافت اور مردان حق کی شناخت کے بعد یہاں کے گمراہ عقائد کا کس طرح رد کیا ہے، بڑی دلچسپ اور قابلِ مطالعہ داستاں ہے۔

۲) چالیس اصلاحی مقالات:

گذشتہ دس سالوں کے دوران اہم مضامین پر جو پمفلیٹ آپ نے لکھے یہ ان کا مجموعہ ہے۔اختصار اور جامعیت کے ساتھ موضوع کے متعلق معلومات کو اس طرح ترتیب دیا ہے گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔دین کی حقیقت سے واقف ہونے کے لئے ان کا مطالعہ ضروری ہے۔

۳) مجالس معرفت (جلد اول و دوّم):

”**خانقاہِ قادریہ**“ میں گذشتہ دس سالوں سے ہر سنیچر بعد نمازِ عشاء جو مجالس ہوتی ہیں ان کے ۲۰ بیانات کا مجموعہ ہے۔دین اور سلوک کے متعلق چشم کشا معلومات سے لبریز ہیں۔ مجالسِ معرفت کی پہلی جلد مارچ ۲۰۱۸ء میں پیش کی گئی تھی ، الحمد للہ ”**مجالسِ معرفت (جلد دوّم)**“ پیش کی جارہی ہے۔

۴) ایمان اور کفر:

بمقام خانقاہِ قادریہ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ میں روزانہ بعد نمازِ عصر جو دروسِ قرآن ہوئے ان کا موضوع ایمان اور کفر تھا، یہ کتاب ان کا مجموعہ ہے۔ہر مسلمان کو اپنے

ایمان کی حقیقت جاننے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔

۵) الاربعینات:

گذشتہ چالیس سال سے آپ کا درسِ حدیث روزانہ بعد نمازِ مغرب جامعہ مسجد میں ہو رہا ہے۔اس کتاب میں آپ نے اخلاصِ نیت کی چالیس احادیث ،داخلۂ جنت کی چالیس احادیث اور داخلۂ جہنم کی چالیس احادیث جمع کی ہیں۔

٦) خطباتِ قادریہ:

گذشتہ پینتالیس سال سے آپ کے جمعہ کے خطبات مختلف مساجد میں ہو رہے ہیں۔خطبۂ جمعہ سے پہلے آپ کے جو بیانات ہوتے ہیں، نہایت جامع، موثر اور چشم کشا ہوتے ہیں۔چالیس بیانات کا مجموعہ ''خطباتِ قادریہ'' کے نام سے پیش کیا جا رہا ہے۔ ائمۂ مساجد کے لئے جمعہ کے خطبے سے پہلے بیان کرنے کے لئے ایک نادر تحفہ ہے۔

۷) ہدایت اور گمراہی:

رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ میں بعد عصر روزانہ جو مجالس ''خانقاہِ قادریہ'' میں ہوئیں ان کا موضوع ہدایت اور گمراہی تھا، اس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ کس کو ہدایت دیتے ہیں اور کس کو گمراہ کرتے ہیں۔الحمدللہ یہ بھی کتابی شکل میں پیش کی جارہی ہے۔

ڈاکٹر سید محمود قادری کی زیر طبع کتابیں

۱) خطباتِ قادریہ:

گذشتہ پینتالیس سال سے آپ کے جمعہ کے خطبات مختلف مساجد میں ہو رہے ہیں۔ خطبۂ جمعہ سے پہلے آپ کے جو بیانات ہوتے ہیں، نہایت جامع، موثر اور چشم کشا ہوتے ہیں۔ یہ تمام بیانات آپ کی ڈائریوں میں لکھے ہوئے موجود ہیں۔ چالیس بیانات کا مجموعہ **''خطباتِ قادریہ (جلدِ اول)''** کے نام سے قارئین کو پیش کیا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ اس کی کئی جلدیں تیار ہوں گی اور قارئین کے باصرہ نواز ہوں گی۔

۲) مجالس معرفت:

''**خانقاہِ قادریہ، بیجاپور**'' میں ہر سنیچر بعد نمازِ عشاء جو مجالس ہوتی ہیں ان میں جو بیانات ہوتے ہیں ان کی دو جلدیں **''مجالس معرفت (جلد اول و دوّم)''** آپ کے سامنے پیش کی گئی ہیں۔ دس سال کے مجالس کے بیانات کا رکارڈ ڈاکٹر صاحب کے عزیز و مخلص رفیق جناب محمد اقبال انعمدار صاحب (وظیفہ یاب وائس پرنسپل انجمن جونیر کالج بیجاپور) کے پاس موجود ہے۔ انشاء اللہ دیگر جلدوں میں یہ بیانات پیش کیے جائیں گے۔

مولف کتاب ڈاکٹر سید محمود قادری کا مختصر تعارف

وظیفہ یاب گورنمنٹ میڈکل آفسر وطن: ضلع بیجاپور، ریاست کرناٹک

سلسلۂ نسب ۲۲ پشتوں پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے جا کر ملتا ہے۔ طالب علمی کے زمانہ میں عربی زبان سیکھ کر قرآن وحدیث کا ترجمہ کرنے کے قابل ہو گئے تھے اور اسی زمانے میں دارالقرأت والدّینیات الکلیمیہ حیدرآباد سے تجوید کی سند حاصل کی۔ طالب علمی کے زمانے ہی سے اکابر علماء سے خصوصاً حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے تعلق رہا۔

طب کی (یم۔بی۔بی۔ایس) کی تکمیل کے بعد حفظ قرآن بھی کیا۔ شہر بیجاپور میں گذشتہ ۴۰ سال سے آپ کے خطبات اور قرآن وحدیث کے دروس کا سلسلہ چل رہا ہے۔ حق کی یافت اور مردان حق کی شناخت کے بعد احقاق حق اور ابطال باطل کا بے مثال فریضہ انجام دیا اور تاحال انجام دے رہے ہیں۔

۲۰۰۵ء میں حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم سے خلافت واجازت سے سرفراز ہونے کے بعد ''خانقاہِ قادریہ'' قائم کی، جہاں پابندی سے مجالس کا سلسلہ چل رہا ہے۔ روزانہ ۱۰، ۱۲ گھنٹے دینی کتب کا مطالعہ ہے اور ۱۹۸۹ء سے (جب آپ کا تبادلہ گلبرگہ سے بیجاپور ہوا) ہر تین روز میں ایک ختمِ قرآن آپ کا معمول ہے۔ روزانہ چار مساجد میں آپ کے درسِ قرآن اور درسِ حدیث بھی پابندی سے ہو رہے ہیں۔ یہاں کے ہر خاص وعام کے لئے آپ کا وجودِ مسعود حجۃ اللہ فی الارض (زمین پر اللہ کی حجت) ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(ماخوذ: از توفیقِ ایزدی)

جاری کردہ:

خانقاہِ قادریہ، گوڈیہال کالونی جامع مسجد بیجاپور (کرناٹک)